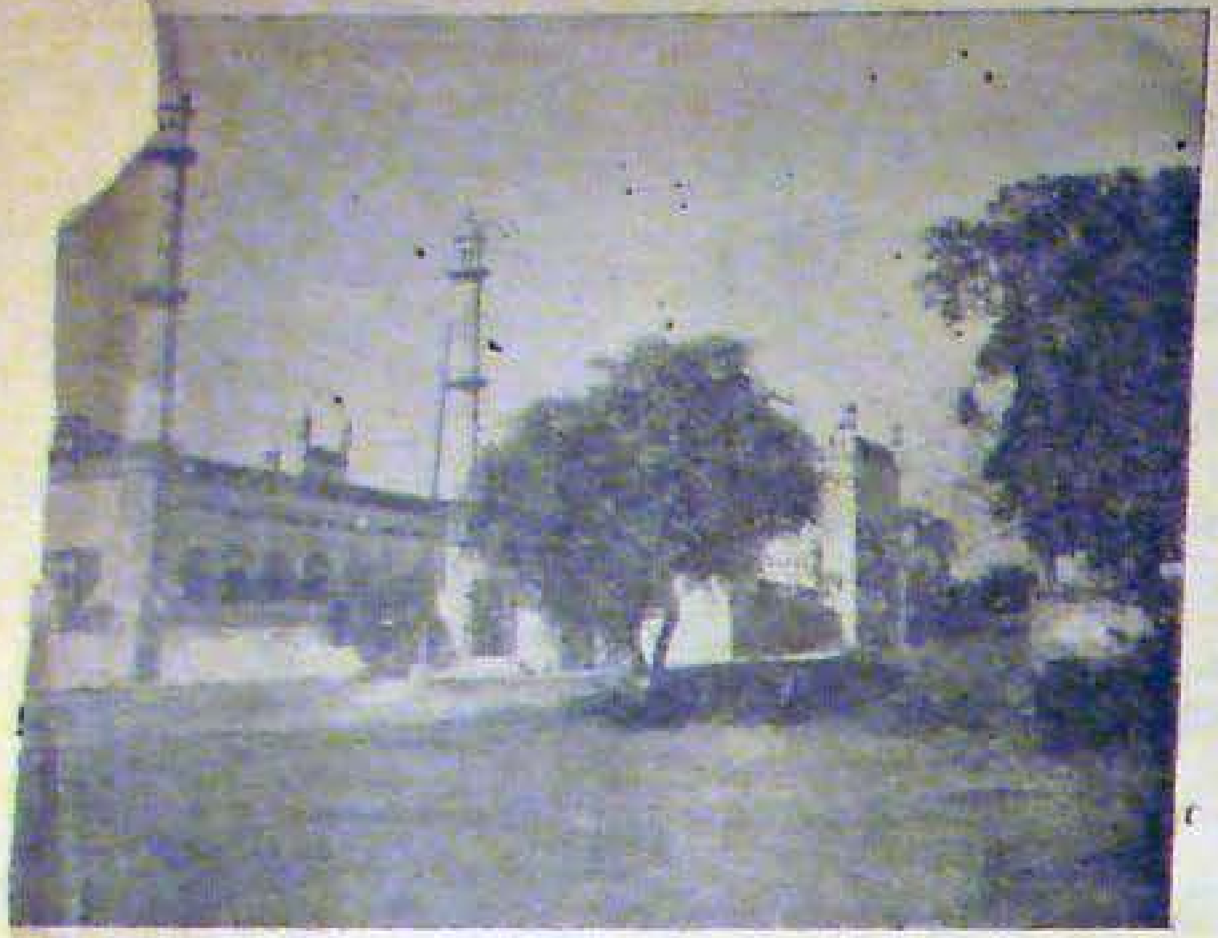

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

٦ رمضان المبارک ١٣٨٤ھ مطابق ١٠ جنوری ١٩٦٥ء

ایڈیٹر سید محمد الحسنی

معاون سید الاعظمی ندوی

چندہ سالانہ
سات روپیے
فی پرچہ ٣٠ پیسے

شعبۂ تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

Phone No 22948 Reg. No

TAMEER-E-HAYA

DARULULOOM NADWATULULAMA LUcKNOW (IN

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، ورم کی بہترین دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن، یوپی

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

قصص النبیین للاطفال

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

[illegible]

قیمت حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم

القراءة الراشدة (٣ حصے)

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

[illegible]

قیمت حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم

منثورات

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

[illegible]

قیمت

مختارات

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

[illegible]

قیمت حصہ اول، حصہ دوم

ESTD. 1903

قدرتی تیل

جوڑوں کے درد، زخم، چوٹ، موچ، کٹنے، جلنے میں مفید ہے

کارخانہ دارالصحت مئوناتھ بھنجن یوپی

۱۵ پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲ — نمبر ۵
سالانہ ۷/- روپے — فی پرچہ ۳۰ نئے پیسے
۶ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ — ۱۰ جنوری ۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان کا پیغام

محمد الحسنی

جس طرح اس آب و گل کی دنیا میں ہر سال بہار آتی ہے، درخت اپنا لباس تبدیل کرتے ہیں اور نئے نئے خوشبودار پھولوں سے فضا معطر ہو جاتی ہے کلیاں مسکراتی ہیں اور باد صبا اٹھکھیلیاں کرتی ہے اور فطرت اپنے آپ کو نہ صرف بے نقاب کر کے بلکہ آراستہ کر کے پیش کرتی ہے، اسی طرح روح و دل کی دنیا میں بھی ہر سال بہار آتی ہے، جسم و روح کے خالق نے، دونوں کی تازگی اور بالیدگی کا پورا پورا سامان کیا ہے بلکہ روح و دل کی بہار کا تناسب اس مادی اور ظاہری بہار سے وہی ہے جو آخرت کی ابدی زندگی کا دنیا کی چند روزہ بہار سے ہے۔

جس طرح اس عارضی بہار کے لئے گوشت و پوست کی ان آنکھوں کی ضرورت ہے اسی طرح اس دائمی اور حقیقی بہار کے لئے دل کی آنکھوں کی شرط ہے، جس کا دل جتنا زیادہ بیدار پاکیزہ اور شفاف ہوگا اور جس کی نگاہ بصیرت جتنی زیادہ تیز ہوگی اسی قدر وہ اس بہار سے لطف اندوز ہو سکے گا، روح و دل کی اس بہار کا زمانہ رمضان کا وہ مبارک مہینہ ہے جو خوش قسمتی سے آج ہمارے اوپر سایہ فگن ہے، یہ دل کی مرجھائی ہوئی کلیوں کو دوبارہ سرسبز و شاداب کرنے، زندگی کے داغ دھبوں کو دھونے، نگاہ، دل، زبان اور اعضاء و جوارح کو غسل طہارت دینے، احکام خداوندی کے سامنے بے چون و چرا سر تسلیم خم کرنے، ایثار و قربانی، ہمدردی و محبت اور دلداری و غمخواری کا مزہ چکھنے اور دل کی اس حقیقی لذت سے بہرہ یاب ہونے کا مہینہ ہے۔ جس کے لئے رمضان المبارک سے بڑھ کر اور کوئی مہینہ نہیں (شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی والفرقان،

یہ ایک ایسا سالانہ امتحان ہے جس میں انسان خود ہی طالب علم اور خود ہی ممتحن ہے، وہ خود اپنا محاسبہ کر سکتا ہے کہ اس مہینہ کیلئے جو سال میں صرف ایک بار آتا ہے اس نے کیا تیاری کی اور اس کو کیا اہمیت دی، اس کو کن مشاغل سے آباد یا خدانخواستہ برباد کیا، یہ وہ مہینہ ہے جس کے متعلق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا کہ خاک آلود ہو اس کی ناک جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور پھر بھی اپنی بخشش نہ کروائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا تھا (آمین) اور جس کے متعلق حضور کا ارشاد ہے اوله رحمة واوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار۔ اس کا پہلا حصہ رحمت ہے، دوسرا حصہ مغفرت ہے، اور تیسرا حصہ جہنم سے نجات کیلئے ہے۔

اگر ہم مختصر الفاظ میں اس مہینہ کی روح اور اس کے خاص اعمال کا خلاصہ سمجھنا چاہیں تو ہم اس کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصہ کی نوعیت دوا کی ہے اور دوسرے حصہ کی نوعیت پرہیز کی، پہلی چیز دو قسم کے عمل پر مشتمل ہے، تلاوت و عبادت اور دعاء و مناجات کی کثرت، اور فکر و جستجو کر کے، اور ہاتھ کھول کر مستحقین اور ضرورتمندوں کی اعانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مہینہ میں جس قدر فیاضی اور بذل و عطا سے کام لیتے تھے اس کے متعلق حدیث کے الفاظ ہیں کان اجود من الریح المرسلة یعنی وہ اس مہینہ میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے پرہیز بھی اس کیلئے دو ہیں، حرام مفسد اور لایعنی چیزوں سے نگاہ کا پرہیز اور جھوٹ، غیبت، بدکلامی اور فضول گوئی سے زبان کا پرہیز، حدیث و قرآن کے مطالعہ اور صحابہ کرام اور ان کے سچے متبعین کی زندگی سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم رمضان میں کم از کم ان دو چیزوں کا پورا اہتمام کریں تو انشاء اللہ رمضان کے کے فوائد و اثرات سے محروم نہیں رہ سکتے اور اگر اللہ کی مدد شامل رہی تو قلب و روح کی بالیدگی اور روحانی ترقی و کمال کے بلند سے بلند مرتبہ تک پہونچ سکتے ہیں۔

اللہ کے کتنے مخلص و مقبول بندے ہیں جن کے لئے یہ رمضان بلا کسی مبالغہ کے عید سے کم نہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ العید ساعات و رمضان کله عید (عید تو چند گھنٹوں کی ہوتی ہے لیکن رمضان تو پورا عید ہے) یہ وہ مبارک اور خوش نصیب لوگ ہیں جن کے لئے رمضان حقیقتاً بہار کا زمانہ ہے اور وہ اس مہینہ میں عمل صالح کے میدان میں اتنی طویل مسافتیں طے کر لیتے ہیں جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی اور چیز دیکھ رہے ہیں اور کوئی اور چیز سن رہے ہیں، ان کا جسم ضرور یہاں ہے لیکن ان کا دل کسی اور جگہ ہے، وہ ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس کی قیمت سمجھتے ہیں اور غیر دینی مشغولیت ان کے لئے اس زمانہ میں انتہائی ناگوار اور شاق ہوتی ہے۔ اور اگر ہم کچھ بھی کوشش کریں اور جن چیزوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کا اس مہینہ میں اہتمام کریں اور یہ سمجھ کر کچھ دن محنت کر لیں کہ یہ شب و روز جو گذر رہے ہیں دوبارہ لوٹنے والے نہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے امید ہے کہ وہ ہماری دستگیری کرے گی اور ہمارے وہ سب کام آسان کر دیگی جو آج ہمیں اپنی ہی کمزوری کی وجہ سے پہاڑ معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس کے لئے طلب صادق، دل درد مند اور کچھ سعی و عمل شرط ہے، اگر یہ موجود ہے تو ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت اس وقت بھی جوش مارنے کے لئے تیار ہے اور اس کی نظر کرم بڑے بڑے آلودہ دامنوں اور غفلت شعاروں کو قسمت آزمائی کی دعوت دے رہی ہے اور ان کے انفعال و ندامت کی بڑی سے بڑی قیمت لگا رہی ہے۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشان است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

روزہ کے مسئلے

(مولانا حکیم سید عبدالحئی سابق ناظم ندوۃ العلماء)

فرض رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزوں کی نیت شب کو یا دن میں زوال سے پہلے ہو سکتی ہے اس کے بعد صحیح نہیں۔ ان روزوں کے سوا جو روزے ہیں مثل نذر غیر معین وغیرہ کے اس میں رات ہی سے نیت کرنا شرط ہے۔

مسئلہ:۔ رمضان میں فرض و نفل کا ارادہ کرنے یا مطلق نیت کرنے سے وہ روزہ فرض ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ البتہ جبکہ روزہ دار مسافر یا مریض ہو، مسافر اور مریض کو اجازت ہے کہ وہ سفر اور مرض کی حالت میں روزہ نہ رکھیں لیکن جب سفر اور مرض جاتا رہے تو قضا ان پر واجب ہے۔

مسئلہ:۔ روزہ میں بھول کر کھانا کھا لینے، یا پانی پی لینے سے روزہ نہیں جاتا۔

مسئلہ:۔ حلق میں غبار یا مکھی یا دھوئیں کے گھس جانے سے روزہ نہیں جاتا اور قصداً اگر اس نے ان چیزوں کو حلق کے نیچے اتارا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ:۔ سر میں تیل ڈالنے، سرمہ لگانے، تری کے اثر کو جو کلی کے بعد منہ میں رہ جاتا ہے تھوک کے ساتھ نگل جانے، دانتوں کے ریخوں سے خون بہکر حلق کے نیچے اتر جانے، کان میں پانی چلے جانے یا تھوڑی سی قے ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کے حلق کے نیچے دھوکے سے پانی اتر گیا، یا زبردستی اس کے حلق میں پانی یا کھانا ڈالا گیا، یا اس نے خود بھول کر کھا پی لیا۔ ان سب صورتوں میں اس نے یہ سمجھ کر روزہ جاتا رہا ہے۔ قصداً توڑ دیا تو اس پر قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔

مسئلہ:۔ کسی نے حقنہ لیا، یا ناک سے کوئی چیز سڑکی، یا کان میں تیل ڈالا یا زخم میں دوا لگائی اور وہ دوا یا تیل یا اور کوئی چیز پیٹ میں یا دماغ میں پہونچ گئی یا منہ بھر کے قے ہوں تو روزہ جاتا رہا، قضا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر ایسی کوئی چیز نگل گیا جو عادتاً کھائی نہیں جاتی تو بھی روزہ جاتا رہا۔ اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ اس کو رکھنا چاہئیے۔ اسی کو قضا کہتے ہیں۔

مسئلہ:۔ جس نے رات کے دھوکے میں سحری کھائی، حالانکہ رات نہ تھی یا غروب آفتاب کے دھوکے میں افطار کیا، حالانکہ آفتاب نہیں ڈوبا تھا، تو دونوں صورتوں میں روزہ جاتا رہا قضا اس کی واجب ہو گئی۔

مسئلہ:۔ جس نے رات کے دھوکے میں سحری کھائی اور غروب آفتاب کے دھوکے میں افطار کر لیا ہے، اس کو اس وقت سے آفتاب ڈوبنے تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئیے۔ جس طرح کہ دن رہے مسافر گھر پہونچ جائے، یا دیوانہ اور بیمار اچھا ہو جائے یا حائضہ پاک ہو جائے تو اس وقت سے آفتاب ڈوبنے تک ان کو روزہ توڑنے والی چیزوں سے احتیاط رکھنا ضرور ہے۔

مسئلہ:۔ قصداً کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور کفارہ عائد ہوتا ہے، یعنی ایک غلام آزاد کرنا یا ساٹھ دن کے پے در پے روزے رکھنا یا ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا۔

مسئلہ:۔ روزہ کھولنے میں جلدی اور سحری کھانے میں دیر کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ:۔ بلا عذر روزے میں کسی چیز کا مزہ چکھنا غیبت کرنا جھوٹ بولنا اور لڑنا مکروہ ہے ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو روزہ دار بری بات کہنے اور کرنے کو روزے میں ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے کی حاجت نہیں، یہ بھی فرمایا کہ روزے میں اگر تم سے کوئی شخص جہالت کرتا ہو تو تم نرمی کے ساتھ اس سے کہدو کہ ہم روزہ سے ہیں۔

مسئلہ:۔ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے صبح تک وتر سے پہلے ہے۔

مسئلہ:۔ جماعت سے تراویح کا ادا کرنا، سنت کفایہ ہے۔

مسئلہ:۔ کسی دن اگر فوت ہو جائے تو اس کی قضا عائد نہ ہوگی۔ اگر پڑھے گا۔ تو اس کا شمار نفل میں ہوگا۔

مسئلہ:۔ وتر تراویح اور فرض کے تابع نہیں ہے کسی نے اگر فرض یا تراویح جماعت سے نہیں پڑھی تو بھی وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے

مسئلہ:۔ رمضان کے تیسرے عشرہ میں اعتکاف کرنا سنت کفایہ ہے، ایک شخص کے کرنے سے سب کا ذمہ پاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ اعتکاف کی حالت میں صرف پاخانہ، پیشاب، غسل جنابت، یا جمعہ پڑھنے کے لئے باہر نکلنا درست ہے۔

بقیہ: مولانا ابوالحسن علی کی تقریریں

اس سے کوئی غلط حرکت سرزد ہو سکتی ہے مگر وہ مستقل راکشش یا شیطان نہیں ہے اس لئے اس سے مایوس نہیں ہونا چاہئیے، اس سے اچھی امید رکھنی چاہئیے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا چاہئیے اسی بنا پر انسانیت کی پستی کے دور سفاکی اور درندگی کے بھیانک سے بھیانک دور میں خدا کے نیک بندے انسانوں سے کبھی مایوس نہیں ہوئے اور وہ اسی دھن میں لگے رہے کہ ان کی انسانی فطرت اور ان کی فطری شرافت کو ابھاریں اور محبت کے سوتے کو چھیڑیں بالآخر وہ کامیاب ہوئے اور وہ ان سخت انسانوں کے اس نرم حصہ کو جو ہر انسان میں ہوتا ہے انھوں نے بیدار کر دیا۔ تاتاری کتنے سخت انسان تھے اور ساری دنیا ان سے کس طرح مایوس اور لرزہ براندام ہو رہی تھی لیکن بالآخر خدا کے ان بے غرض بندوں نے ان کے دل کو جیت لیا اور ان کو اپنی محبت اور خلوص کا اسیر بنا لیا۔ دوسری طاقت یہ ہے کہ ایسے موقع پر خدا کے کچھ مخلص و ضد بندے میدان میں آتے ہیں اپنی جان کھیل کر دوسروں کی جان بچاتے ہیں عداوت و نفرت کی فضا میں محبت اور مروت اور شرافت کا سبق پڑھاتے ہیں اور بے غرض انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔ انہیں لوگوں نے ہر مرتبہ بگڑتی ہوئی انسانیت کو سنبھالا ملکوں کو تباہی سے بچایا اور واقعات اور زمانے کا دھارا بدل دیا۔ آج بھی ایسے ہی بے غرض و بے لوث، مومن کے پکے اور زبان و ☆☆

عورت اور امارت

نیا اسماعیلی فتنہ

مولانا محمد اسحاق سندیلوی ندوی

۳

اب ذرا بطور نمونہ ان چند بنیادی عقائد پر نظر ڈال لیجئے جن کی تعلیم اسماعیلی مذہب دیتا ہے۔ ان کا ماخذ ڈاکٹر زاہد علی صاحب کی کتاب "ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام" ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف خود اسماعیلی مذہب رکھتے ہیں۔ میں جو کچھ نقل کرونگا اس میں میرا ایک لفظ بھی نہ ہوگا بلکہ مندرجہ بالا کتاب کی عبارت لفظ بلفظ نقل کی جائیگی مگر اتنا واضح کر دوں کہ یہ اسماعیلی مذہب کے بنیادی عقائد ہیں جو شخص ان میں شک یا انکار کرے وہ اسماعیلی باقی نہیں رہ سکتا۔ ملاحظہ ہو

" بیشک اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو ستر ہیکلوں (شکلوں) میں ظاہر کرتا ہے۔ یہی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول کی لے کہ "کیا لوگ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کا چھتر لگائے فرشتوں کو ساتھ لئے ان کے سامنے آ موجود ہو۔"

سب سے بڑی ہیکلیں یعنی "بیوت" انبیاء مرسلین اور آئمہ ہیں۔ ان میں سب سے بڑی ہیکل امام ہے۔ آئمہ اور رسل اللہ تعالیٰ کے حجاب یعنی پردے ہیں جنمیں وہ محتجب یعنی پوشیدہ ہوتا ہے۔ پہلا وہ پردہ جس میں اللہ تعالیٰ چھپا وہی پردہ ہے جو آخرت میں اس کے اولیاء کے لئے ظاہر ہوگا۔ یہی معنی ہیں اس کے قول ھو الاول والاٰخر کے۔"

(کتاب مذکور فصل ا ص ۳۹، ۴۰)

اسی فصل میں لکھتے ہیں۔

"مولانا علی کی طرف یہ کلام منسوب کیا جاتا ہے"

" انا وجہ اللہ و انا یداللہ الباسط علی الارض انا جنب اللہ .... انا الاول انا الاٰخر انا الظاھر انا الباطن و انا بکل شیٔ علیم و انا الذی رفعت سماءھا و انا الذی دحوت ارضھا .... قال مولانا علی انا نقلت اٰدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ و انا اثبات النبیین و انا ارسلت المرسلین"

(بحوالہ الانوار اللطیفہ)

اس عبارت کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے نہیں کیا ہے اس لئے میں اس کا ترجمہ کرتا ہوں۔

بقول ڈاکٹر صاحب:۔

حضرت علی اپنے متعلق کہتے ہیں۔ میں ہی وجہ اللہ ہوں، میں ہی یداللہ ہوں جو زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ میں ہی جنب اللہ ہوں میں ہی اول ہوں، میں ہی آخر ہوں، اور میں ہر چیز کا جاننے والا ہوں، میں نے ہی آسمان کو بلند کیا، اور زمین کو بچھایا، میں نے ہی آدمؑ اور نوحؑ، موسیٰؑ، و عیسیٰؑ کو نبی بنا کر بھیجا رکھے سب نبیوں اور رسولوں کو میں نے ہی نبوت اور رسالت عطا کی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

ڈاکٹر زاہد علی صاحب موصوف اپنے آئمہ کے متعدد اقوال نقل کر کے لکھتے ہیں کہ۔

آئمہ کا یہ کہنا "ہمارے حلول و تناسخ کے عقیدے کو روز روشن کی طرح چمکا دیتا ہے۔ کیونکہ حلول و تناسخ کے یہی معنی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر کی صورت میں ظاہر ہو۔"

(ایضاً ص ۴۱ زیر عنوان تبصرہ)

رسالت و نبوت کے متعلق اس فرقہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

" اس لئے مولانا عبدالمطلب نے اپنے فرزند مولانا ابوطالب کو راضی کر کے انھیں آنحضرت صلعم کا کفیل بنایا ...... مولانا ابوطالب نے نبوت و رسالت کا رتبہ آنحضرت صلعم اور امامت کا درجہ مولانا علی کو دیا۔" (معاذ اللہ)

(کتاب مذکور فصل ۴ ص ۹۳)

اسی فصل میں ص ۹۵ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

" پانچ ارکان دعوت جو آنحضرت صلعم اور آپ کے رب یعنی مولانا ابوطالب کے درمیان مطمون کی حیثیت سے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ابی بن کعب، زید بن عمرو، عمرو بن نفیل، زید بن اسامہ، بحیرا راہب، پانچ ارکان ولایت طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ اور صوم کے مقابل ہیں، گویا ہر ایک نے آنحضرت کو ایک رکن شریعت کی تعلیم دی آخر میں آپ نے حضرت خدیجہ سے تعلیم پائی۔" (معاذ اللہ)

شریعت پر عمل درآمد کا جہاں تک تعلق ہے اس کے متعلق اسی کتاب کے ص ۲۱ و ۲۲ فصل ایک میں لکھتے ہیں۔

" اور آپ نے بے تحاشہ فرما دیا کہ اہل ظاہر صرف عملی عبادت کرتے ہیں۔ اہل ایمان عملی و علمی دونوں عبادتیں کرتے ہیں اور اہل باطن صرف علمی عبادت کرتے ہیں۔"

مولف کتاب مذکور یعنی ڈاکٹر صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" اس سے بڑھکر حقیقۃً تعطیل شریعت محمدی کا جس کی تفصیل آئندہ آئے گی اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔"

یہ چند نمونے ان عقائد کے ہیں جو اسماعیلیہ جن کا دوسرا نام باطنیہ بھی ہے رکھتے ہیں اور اسی مذہب کی پیروی مس فاطمہ جناح بھی ہیں۔

کیا ان عقائد کو ذرہ برابر بھی اسلام سے کوئی تعلق ہے؟ میں مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی سے پوچھتا ہوں کہ عورت اور مرد کی بحث کو ایک طرف رکھتے اور استثناء کی گنجائش نکالئے لیکن کیا آپ کے نزدیک ایک اسلامی ملک کے صدر مملکت کے لئے صحت عقائد اور ایمانیات کی شرط بھی لازم نہیں ہے؟ اور کیا کوئی شدید ضرورت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو اس قانون میں بھی استثناء کی گنجائش پیدا کر دے؟

آپ اقامت دین و اسلام اپنا مقصد ظاہر کرتے

(بقیہ ص [illegible])

لے یہاں سے "آ موجود ہو" تک اس آیت کا ترجمہ ہے ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ (ناقل)

مسلم خواتین کے لئے

نشا ابن نیمنی

ہے تری نسوانیت کا بانکپن شرم و حیا — رنگ بنکر وقت کے سیمیں دریچوں پر نہ جھول
مانگتی ہے مغربی تہذیب سے تو روشنی — ظلمت شب سے نہیں ممکن اُجالے کا حصول
یہ کلب یہ رقص گاہیں یہ لب ساحل یہ پارک — سارے چم خم ہیں یہ افرنگی تمدن کے فضول
تو جراغ خانہ تھی اب رونق محفل ہوئی — دیکھے گو ہر کر لئے تو نے خزف ریزے قبول
اسقدر ارزاں نہ کر خود کو، تو ہے ایسی متاع — سہل ہے جسکی طلب، دشوار ہے جسکا حصول
عفت و ناموس کا گہوارہ ہے تیرا وجود — تو ہے اک خاتون مشرق اس حقیقت کو نہ بھول
تجھ سے ہے سازینہ ہستی میں پیدا زیر و بم — تجھ سے سیکھے فصل گل نے رنگ و نکہت کے اصول
اک تبسم ہے ترا، روح نشاط آب و گل — تو ہو افسردہ، تو فطرت بھی نظر آئے ملول
سادگی و عفت و ایثار کا پیکر ہے تو — تیرے دامن پر ہے انوار سعادت کا نزول
چشم حوران بہشتی کیلئے سرمہ بنی — کیا کہوں کیا شے ہے تیرے نازنیں قدموں کی دھول
تیرے ماتھے کا پسینہ ہے کہ کوثر، سلسبیل — ہے بہار خلد و طوبیٰ یا ترے آنچل کا پھول
پھوٹ نکلی ایڑیوں کی ضرب سے زمزم کی سوت — عرش سے پایا دعاؤں نے تری حسن قبول
زینب و مریم تری آغوش کے اُجلے کنول — رابعہ بصری ہیں تیرے گلشن عصمت کا پھول
گود تیری تربیت گاہ جنید و بایزید — ہیں ترے فانوس کی شمعیں پیمبر اور رسول

اس حقیقت سے نہیں شاید ابھی آگاہ تو
تجھ میں کوئی عائشہ ہے اور کوئی زہرا بتول

غیبت معاشرہ کا ایک کمزور ترین پہلو

سعید الرحمٰن الاعظمی

اجتماعی حیثیت سے ہمارے معاشرہ کو جس چیز نے سب سے زیادہ نقصان پہونچایا وہ غیبت ہے، یہی دراصل وہ روگ ہے جو ہماری اجتماعی شیرازہ بندی اور ملی وحدت کی راہ میں ایک سنگ گراں ہے۔ لیکن ہم غور کریں تو سوسائٹی کے ہر طبقہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں غیبت کی کارفرمائیاں قدم قدم پر نظر آئیں گی، اور ایسا معلوم ہوگا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی زندگی کو اس سے نجات نہیں حاصل ہے، کام و دہن کو اس گناہ سے جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کا بدل اتنی آسانی کے ساتھ شاید کسی اور چیز میں نہ مل سکے۔ حکومت کے ایوانوں سے لے کر جھونپڑی کی تنگ و تاریک فضا تک اور محراب و ممبر کی بلندیوں سے میکدوں کی پستیوں تک ہر جگہ غیبت اپنا تسلط جمائے ہوئے نظر آتی ہے۔

روزمرہ کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کس طرح دانستہ اور نادانستہ طور پر ہم اس گناہ عظیم کا ارتکاب کرتے ہیں اور کس کس بہانے سے ہم اس سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہی وہ گناہ ہے جس کی حرمت قرآن و حدیث دونوں میں خاصی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اس تفصیل کی وجہ بھی غالباً یہی ہے کہ غیبت ایک لذیذ اور سہل گناہ ہے، اس سے نفس امارہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور کبر کے جذبہ کو سکون ملتا ہے، اگر بات صرف اتنی ہی ہوتی اور اس کے مضر اثرات ذاتی حد تک محدود رہتے تو شاید اس کی اتنی اہمیت نہ ہوتی لیکن معاشرہ کو اس سے جو انتشار لاحق ہوتا ہے اور دلوں میں اس کی وجہ سے نفرت و عداوت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ بے حد سنگین اور وحدت کے مزاج کے لئے انتہائی ضرر رساں ہے۔

غیبت نام ہے ہر اس بات کا جس کا تعلق کسی کی ذات سے ہو، اور اس کی عدم موجودگی میں ہم اس بات کو اس طرح بیان کریں کہ اگر وہ سنے تو اس کو تکلیف پہونچے، یا وہ اس کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھے، خواہ وہ بات یا عیب اس شخص کے اندر موجود ہی کیوں نہ ہو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جانتے ہو غیبت کس چیز کا نام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے، آپ نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ وہ اس کو ناپسند سمجھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ حضور اگر وہ بات اس کے اندر موجود ہو تب بھی وہ غیبت ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ بات اس کے اندر موجود ہے تو غیبت ہے، لیکن موجود نہ ہونے کی صورت میں تو بہتان ہے (مسلم شریف)

ہم کو سوچنا چاہیے کہ ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس صورت حال سے کتنی دفعہ دوچار ہوتے ہیں اور یہ واقعہ روزانہ کتنی بار ہمارے ساتھ پیش آتا ہے، بات صرف یہی نہیں ہے کہ غیبت ہوئی، بلکہ دراصل اس کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کے دل میں نفاق، نفرت حسد اور بغض و عداوت کے جذبات کو جگہ ملی، یہی وہ جذبات ہیں جو اجتماعیت اور معاشرتی زندگی کے لئے سم قاتل ہیں، ان کی وجہ سے ہماری زندگیوں میں ایسی بے برکتی بے رونقی اور اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے کہ ملت کی ذمہ داریوں کا تو کیا ذکر ہم اپنی ذاتی ذمہ داریوں کے ادا کرنے اور ان کا بار اٹھانے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔

اگر آپ غیبت کی سنگینی اور اس کی شناعت کا اندازہ کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل آیت کو بغور پڑھیے۔

ولا یغتب بعضکم	اور نہ کوئی کسی کی غیبت
بعضا ایحب	کرے، کیا تم میں سے کوئی
احدکم ان	اس بات کو پسند کرے گا
یأکل لحم	کہ اپنے مرے ہوئے بھائی
اخیہ میتا	کا گوشت کھائے، اس سے تو
فکرھتموہ	تم خود نفرت کروگے (دیکھو) غیبت
واتقوا اللہ ان اللہ	(کرو) اور خدا کا ڈر رکھو بیشک
تواب رحیم	اللہ توبہ قبول کرنے والا
(سورہ حجرات آیت ۱۲)	مہربان ہے۔

مرے ہوئے بھائی کے گوشت کھانے اور غیبت کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن ہم نہ جانے روزانہ کتنی بار اس گوشت کو کھاتے اور اپنے نفس کے جذبہ کو تسکین دیتے ہیں، حالانکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ دونوں سے لوگ (مسلمان) محفوظ رہیں، زبان کا گناہ عمل کے گناہ سے بڑھ چڑھا ہوا ہے۔ اس کی زندہ مثال غیبت جھوٹ، چغلی وغیرہ میں بالکل ظاہر ہے، غیبت بھی وہ جرم ہے جس کی وجہ سے روزہ جیسی بابرکت اور افضل عبادت میں بھی خلل واقع ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے روزہ کے فوائد سے روزہ دار محروم کر دیا جاتا ہے اور اس کی بھوک پیاس کا کوئی حاصل نہیں ہوتا۔

حدیث میں مذکور ہے کہ "روزہ ایک ڈھال ہے" لیکن غیبت اس ڈھال کو پھاڑ دیتی ہے، گویا روزہ جو انسان کو ہر طرح کے گناہ سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کے لئے ڈھال کا کام دیتا ہے، غیبت اس کو پھاڑ دیتی ہے اور اس کے لئے ہر گناہ کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

غیبت کے متعلق عام طور پر یہ تصور ہے کہ غلط بات کو کسی کی طرف منسوب کرکے بیان کرنے اور اس پر الزام لگانے کو غیبت کہتے ہیں۔ حالانکہ کسی کے عیب کو مطلق بیان کرنے ہی کو غیبت کہتے ہیں اور اگر وہ عیب اس کے اندر موجود نہ ہو تو وہ بہتان تراشی ہے نہ کہ غیبت، اس سلسلہ میں حدیث کی روایت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ ٹھگنی ہیں، آپ نے اس بات پر خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عائشہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں بھی ملا دیا جائے تو وہ بھی بدبودار ہو جائے۔

یہ روایت غیبت کی حقیقت اور اس کی سنگینی کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے، اور اس میں... ...عبرت و نصیحت کا ایک نہایت اہم ترین پہلو ہے۔ کاش ہمارے سامنے صرف یہی حدیث ہو تو ہم غیبت کے تصور سے بھی لرز جائیں اور ہمارے دل میں کبھی اس کا خطرہ بھی نہ پیدا ہو، مگر افسوس کہ ہم جہاں

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر)

نہیں بے وجہ مرا انجمن آرا ہونا

(ابوالاسرار اسعد قریشی اشاوی)

کچھ بڑی بات نہیں ہے گل رعنا ہونا
بات یہ ہے کہ تو سیکھے چمن آرا ہونا

یہ اہانت ہے جبیں کو ترے سجدوں کی قسم
سینکڑوں در پہ ترا ناصیہ فرسا ہونا

میں اگر چاہوں تو موجوں سے کنارہ کرلوں
میری فطرت نہیں بیگانۂ دریا ہونا

قافلے آئیں گے ہر نقش قدم کے پیچھے
پہلے لازم ہے ترے نقش قدم کا ہونا

میں اگر چاہوں تصور میں کروں ان سے کلام
مجھ کو آتا ہے بھری بزم میں تنہا ہونا

آج پامال سہی کل تو بنیں گے تارے
ہم سے کیا دور ہے ہم دوش ثریا ہونا

میرے احساس فرائض نے پکارا تھا مجھے
نہیں بے وجہ مرا انجمن آرا ہونا

نام لے لے کے پکارے گا شہیدوں کا لہو
رنگ لاتا ہے ابھی حشر کا برپا ..... ہونا

میں گلوں کا ہوں محافظ مجھے کانٹا نہ سمجھ
مرا منصب ہے چمن میں چمن آرا ہونا

یہ ترقی کا جنوں ہے کہ تمدن کا فریب
ننگ تہذیب ہے اب شرم وحیا کا ہونا

سبز باغ آئیں گے دنیا میں ہزاروں لیکن
تو کسی جلوۂ رنگیں پہ نہ شیدا ہونا

آسماں سے بھی پرے ہے تری منزل اسعدؔ
کسر شاں ہے ترا یہ بادیہ پیما ہونا

ماہِ صیام آیا

سید محمد مثانی حسنی

آگیا ماہِ صیام — لے کے رحمت کا پیام
روح پرور روز و شب — برکتوں کے صبح و شام
اک بہارِ جاں فزا — آگئی مستِ خرام
ہر قدم نور و سرور — ہر نفس صدقے مشام
رحمتیں ہی رحمتیں — مغفرت کا اذنِ عام
وا ہوئے جنت کے در — آتشِ دوزخ حرام
شر ذلیل و خوار ہے — ہیں شیاطیں زیر دام
دل میں مستی جذب و شوق — لب پہ پاکیزہ کلام
دن کو روزہ کا عمل — رات کو ذکر و قیام
سحری و افطار کا — انتظام و اہتمام
روزہ دار دل کا یہی — مشغلہ ہے صبح و شام
اک سراپا خیر شب — ہے شب قدر اس کا نام
لیلۃ عفو و کرم — فجر تک امن و سلام
مژدۂ رحمت لئے — برکتوں کے لے کے جام
صف بصف روح و ملک — ہوتے ہیں نازل تمام
طالب خیر و کرم — اٹھ کے لے کاس الکرام
کرلے اپنی آج تو — مغفرت کا انتظام

لے کے رحمت کی بہار
آگیا ماہِ صیام

خطبات نبویؐ

رمضانُ المبارک کی آمد

حبیبُ الرحمٰن ندوی

رمضان مبارک کا مہینہ قریب ہے، اسلام میں اس ماہِ مقدس کو جو اہمیت حاصل ہے ذیل کے خطبے سے اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں، حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے

خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر یوم من شعبان۔ فقال یا ایھا الناس قد اظلکم شھر عظیم شھر مبارک۔ شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیام لیلۃ تطوعا من تقرب بخصلۃ من الخیر کان کمن ادیٰ فریضۃ فیما سواہ ومن ادیٰ فریضۃ فیہ کان کمن ادیٰ سبعین فریضۃ فیما سواہ۔ وھو شھر الصبر والصبر ثوابہ الجنۃ وشھر المواسات وشھر یزاد فیہ رزق المومن۔ من فطر فیہ صائما کان لہ مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبتہ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینتقص من اجرہ شیٔ۔ قلنا یا رسول اللہ لیس کلنا یجد ما یفطر بہ الصائم۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطر صائما علیٰ مذقۃ لبن او تمرۃ او شربۃ من ماء ومن اشبع صائما سقاہ اللہ من حوضی شربۃ لایظماء حتی یدخل الجنۃ ۔۔۔ وھو شھر اولہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ واخرہ عتق من النار ومن خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللہ لہ واعتقہ من النار۔ (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح)

ماہ شعبان کے آخری دنوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں آپؐ نے فرمایا، لوگو! تم پر ایک بابرکت اور باعظمت مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے، اس بابرکت مہینے کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے اس مہینہ میں دن کے روزے فرض کئے ہیں اور راتوں کا قیام (تراویح اور تہجد) نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص ان دنوں میں خیر کی کسی عادت کے ذریعہ خدا کا تقرب حاصل کرنا چاہے تو اس کی یہ نیکی غیر رمضان کے فرض کی نیکی کے برابر ہوگی۔ جو شخص رمضان کے دنوں میں ایک فرض ادا کرے گا۔ گویا اس نے غیر رمضان کے ستر فریضے کو ادا کیا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ غم خواری کا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ جس کسی نے روزہ دار کو افطار کرایا تو یہ چیز اس کے گناہوں کیلئے مغفرت کا ذریعہ اور اس کی جان کو عذاب سے بچائیگا سبب بنے گی بغیر اسکے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ حاضرین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو افطار کرانیکا سامان میسر نہیں، ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دیگا جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک دانہ کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائیگا، سلسلۂ کلام جاری ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائیگا تو اسکو اللہ میرے حوض سے ایسا سیراب کریگا کہ وہ جنت کہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے پیاسا نہیں ہوسکتا۔ آپؐ نے فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جسکا ابتدائی حصہ رحمت ہے، اور درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی کا، جو شخص اس مہینہ میں اپنے نوکر یا خادم سے کم کام لیتا ہے تو خدا اسکی مغفرت کر دیتا ہے اور دوزخ کے عذاب سے اسکو آزاد کر دیتا ہے

خطبے کا کوئی لفظ محتاج تشریح نہیں۔ اسلام دین رحمت ہے، اسلئے وہ نیکی اور بدی کی صرف تعیین نہیں کرتا وہ ہر ایک کی تفصیلات بھی بیان کرتا ہے اور اسی کے ساتھ شب و روز کی زندگی بھی وہ اس نہج پر ترتیب دیتا ہے کہ دلوں میں نیکی کے قبول کرنے کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت اور آمادگی پیدا ہو مثال کے طور پر روزہ کو لیجئے روزہ ایک عبادت ہے مگر اسلام صرف یہ کہنے پر اکتفا نہیں کرتا کہ روزہ رکھنا ضروری ہے وہ دلوں میں آمادگی پیدا کرنے کیلئے اس کے تمام جزئیات پر تفصیلی نظر بھی ڈالتا ہے اور اس کے ایک ایک گوشے کی اس طرح وضاحت کرتا ہے کہ ایک انسان ان تفصیلات کو جاننے کے بعد از خود اسی کی طرف رغبت کرے۔ بدقسمتی سے جو لوگ ان تفصیلات کو جاننے کے بعد بھی اپنے دلوں میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کرتے۔ بہرکیف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ آخری حجت ہے جس کے بعد کسی قیل و قال کی کوئی گنجائش نہیں۔

خطبے کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا۔ ظاہر ہے ان تمام مراحل میں کامیابی کی توقع اسی شخص کو ہو سکتی ہے جسکا اسلام سے کوئی لگاؤ اور تعلق ہو۔ جو شخص صرف نام کا مسلمان ہے اور اسلامی تعلیمات کے اکثر حصے پر کوئی عمل نہیں کرتا اس کو صرف نام کی وجہ سے یہ درجات حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کسی اجر کی توقع رکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا اصل مخاطب بھی ثابت کریں اور اس کے بعد اس اجر کی توقع رکھیں جس کی قرآن و احادیث میں جا بجا بشارت دی گئی ہے۔

خطبے کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اخلاقی و دینی تربیت کے لئے سال میں رمضان المبارک کا مہینہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ یوں تو عبادت کسی لمحہ کی جائے وہ موجب اجر و ثواب ہے لیکن رمضان کی عبادت کے درجات کی وجہ سے اجر و ثواب میں بے انتہا اضافہ تینوں عشروں کی الگ الگ خصوصیات یہ بتاتی ہیں کہ ایک مسلمان پورے سال کے بعد ایک مہینہ اس ماحول میں گزارے کہ دن رات کا ایک ایک لمحہ یاد خداوندی سے معمور ہو، دن کو بھوکا رہ کر غریبی اور فاقہ کشی کے دکھ درد سے آشنا ہو کام و دہن کی آزمائش سے گزرے تمام اعضائے جسم کی بے چینی و اضطراب سے آگاہ ہو اور جب غروب آفتاب کے بعد اسے کھانے پینے کی اجازت ہو تو رات میں خدا کے حضور سال کے عام دنوں کے سوا کچھ زیادہ دیر تک کھڑا ہو اور اپنی زندگی کا دستور العمل

بقیہ صفحہ ۱۷ پر

فرقہ پرستی کے پیچھے دراصل نفس پرستی، غرور، تکبر اور یہ جذبہ کام کرتا ہے کہ میرا بول بالا ہو خواہ ہزاروں بے گناہ موت کے گھاٹ اتر جائیں

ظلم کا کوئی مذہب یا قومیت نہیں وہ ایک کیچڑ میں لت پت کتا ہے جسکی گود میں بیٹھ جائیگا اسکو ناپاک کر دیگا

آج ملک کو بے غرض و بے لوث، دل کے سچے اور زبان کے سچے انسانوں کی ضرورت ہے اور وہی اسکو تباہی اور خطرے سے بچا سکتے ہیں

مجلس مشاورت کے دورۂ گجرات میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریر

گجرات میں تازہ دورے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مد ظلہ العالی نے متعدد مقامات پر تقریریں کیں۔ ان جلسوں میں ہندو مسلمان دونوں تھے۔ ان تقریروں میں ملک کی صورت حال پر تبصرہ، اندیشے کا اظہار بھی ہوتا تھا اور اصلاح و ترقی کا راستہ بھی بتایا جاتا تھا۔ افسوس ہے کہ ان تقریروں کی روداد قلمبند نہیں ہو سکی، یہاں حافظہ پر زور ڈالکر ان تقریروں سے اہم مضامین کو یکجا پیش کیا جاتا ہے جن سے خود ایک مرتب تقریر تیار ہو جاتی ہے، اس سے ان جلسوں کی افادیت، تقریروں کی روح اور ان کے رنگ کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے، اور یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ دورے اور ایسے جلسے ملک کے لئے کتنے مفید ہیں اور ان سے کتنا بڑا کام لیا جا سکتا ہے۔

حضرات:

ہم میں آپ میں بہت کم لوگوں کو اس بات کا احساس ہے کہ خدا نے ہم کو کتنا بڑا ملک عطا کیا ہے، دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالئے کتنے چھوٹے چھوٹے ملک اس کے اندر نظر آئیں گے، جن لوگوں کو باہر جانے کا اتفاق ہوا ہے، انھوں نے بہت چھوٹے چھوٹے ملک دیکھے ہیں، یورپ اور مشرق وسطیٰ میں ایسے بہت سے ملک ہیں جن کا دنیا میں بڑا نام ہے، لیکن کبھی موٹر پر سیر کیجئے تو چند گھنٹے میں ملک کی سرحد آجاتی ہے اگر آدمی ذرا چوک جائے تو دوسرے ملک کی سرحد میں داخل ہو جاتا ہے۔ اللہ نے ہم کو ایسا ملک دیا ہے کہ کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں ریل گاڑی چلتی رہتی ہے اور سرحد نہیں آنے پاتی۔

پھر اتنی ہی بات نہیں کہ ہمارا ملک لمبا چوڑا ہے بلکہ یہ بات بھی ہے کہ خدا کی پیدا کی ہوئی نعمتوں سے مالا مال ہے اور انسانوں کی بہت بڑی آبادی رکھتا ہے۔ خدا کی مہربانی سے ہمارے ملک میں کسی چیز کی کمی نہیں لیکن افسوس ہے کہ ہم کو اس نعمت کی قدر نہیں اور ہم نے اس ملک کو بنانے اور سنوارنے میں ابھی تک اتنی محنت نہیں کی جتنی کرنی چاہئے تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس کو اس طرح اپنی زمین اور اپنی چیز نہیں سمجھتے جیسے ایک کسان اپنی زمین اور اپنے گھر کو سمجھتا ہے اور اس پر جی کھول کر اور جان توڑ کر محنت کرتا ہے۔ انگریزوں کی غلامی کے زمانے میں تو ہم کچھ عذر بھی کر سکتے تھے اور ہمیں معاف بھی کیا جا سکتا تھا لیکن آزادی ملنے کے بعد ہمارے پاس اس بات کا کیا جواب ہے؟ ہم نے ابھی تک اس ملک کو جنت نشان بنانے اور اس کو امن و محبت کا گہوارہ بنا کر دکھانے کی کوئی سچی اور بھرپور کوشش نہیں کی۔ ہمیں آزادی ملے ہوئے سترہ برس ہوئے۔ ہم نے اس مدت سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا ابھی اس ملک میں بہت سی خرابیاں اور اخلاقی کمزوریاں ہیں، رشوت بہت بڑھی ہوئی ہے، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، کام چوری کی بیماری بڑھ گئی ہے، احساس ذمہ داری کی بڑی کمی ہے جو ملک کی ترقی کی جان ہے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ ابھی تک یہاں انسان اور انسان کی عزت کرنے اور انسان کی جان، عزت و آبرو اور اس کی مال و متاع کی حفاظت کرنے کا سبق سیکھا سکھایا نہیں۔ ابھی تک ہم نے بھلے مانسوں اور بھائیوں کی طرح رہنا نہیں سیکھا۔ انگریزوں کے زمانے میں فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ اور اس کی جڑ موجود تھی کہ ان کا اصول ہی یہی تھا کہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو لیکن اب ہم جب اپنے گھر کے اور اپنی مرضی کے مختار ہیں اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ہم سب خدا کے ماننے والے ہیں، ہر بنانے والے کو اپنی بنائی ہوئی چیز کی لاج ہوتی ہے اور خدا کی مخلوق کو تو خدا کے پیغمبروں نے خدا کا کنبہ کہا ہے۔ آپ کسی کے باغ کا کوئی پودا روند کر اور کسی کیاری کو خراب کر کے دیکھئے، وہ آپ کی جان کو آجائے گا۔ پھر خدا کے بندوں کا، خدا کے بندوں پر کیسے ہاتھ اٹھتا ہے؟ کیسے بن کھلے غنچوں کو مسلا جاتا ہے، کیسے ہرے بھرے انسانی باغوں کو تباہ و تاراج کیا جاتا ہے۔ کیا یہ باتیں خدا کو خوش کرنے والی ہیں؟ کیا ان باتوں سے ملک ترقی کر سکتا ہے اور اس ملک میں خیر و برکت آسکتی ہے؟ جس ملک کے باشندے اسی ملک کے باشندوں اور ہمسایوں پر ظلم کرتے ہیں اور وہاں کے تہذیبی خزانوں کو لوٹتے اور تباہ کرتے ہیں اور کسی قوم یا فرقہ کی ضد میں یا کسی غصہ اور نفرت کی جوش میں اس ملک کے کسی ذخیرے کو برباد کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اور اپنے ہی ملک کو دولت سے محروم کرتے ہیں جن ملکوں میں ایسی غلطیاں اور نادانی کی باتیں ہوئیں وہ ملک صدیوں تک پنپ نہیں سکے اور ترقی کی دوڑ میں دوسرے ملکوں سے صدیوں پیچھے رہ گئے۔ آپ نے اسپین کا نام سنا ہوگا۔ یہ ملک تہذیب و تمدن علم و فلسفہ، ادب، شاعری اور فن تعمیر میں ایک زمانے میں ساری دنیا سے آگے تھا۔ اس نے یورپ کو بھی راستہ دکھلایا اور یورپ کی تاریک صدیوں میں علم و تہذیب کا چراغ روشن کیا، لیکن جب وہاں تعصب کی آندھی چلی اور وہاں کے پرانے باشندوں نے تعصب میں اندھا ہو کر عربوں کو جنہوں نے اس ملک کو مالا مال کر دیا تھا، مارنا اور ان کی تہذیب کے نشانات کو مٹانا شروع کیا، لاکھوں کتابیں جلا دیں اور لاکھوں انسان قتل کر دیئے تو اس ملک کی قسمت پر مہر لگ گئی، وہ دن ہے اور آج کا دن، وہ ملک پھر پنپ نہ سکا، جو ملک سارے یورپ کا استاد تھا وہ آج یورپ کا تیسرے درجہ کا بھی ملک نہیں ہے، اور اس کی دنیا میں کوئی عزت نہیں۔

فرقہ وارانہ فسادات اور موجودہ خرابیوں کی جڑ اتنی اتھلی اور سطحی نہیں جتنی سمجھی جاتی ہے، ان کی خرابیاں کی اصل جڑ اپنے گروہ، اپنی پارٹی اور اپنے بھائی کی بیجا حمایت اور اس کی پاسداری کرنے کا جذبہ اور ہر غلط و صحیح کام میں اس کا ساتھ دینے اور اس کو جتانے کا اصول ہے، میں آپ کو ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابیوں کے بیچ میں فرمایا کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو چاہے مظلوم"! یہ عربوں کی قومی زندگی کا پرانا اصول اور ان کا قدیمی فلسفہ تھا۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی، عرب ہر حال میں اپنے قبیلے کے آدمی کا ساتھ دیتے تھے اور حق و ناحق اس کی مدد کرنا ضروری سمجھتے تھے اس نے اس پر ان صحابیوں کے کان نہیں کھڑے ہونے چاہئے تھے، جو سب کے سب عرب تھے۔ ان کا شاعر فخر یہ کہتا تھا کہ ہمارا بھائی جب مدد کے لئے دہائی دیتا ہے تو ہم تحقیق نہیں کیا کرتے کہ مرحق کی مدد کرنا ہے یا ظلم کی، ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ بھائی کی مدد کرتا ہے لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کی ایسی تربیت کی تھی اور ان کے ذہن کا ایسا سانچہ بن گیا تھا کہ اب وہ اس اصول کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ وسلم کے اس ارشاد سے وہ چونک گئے اور انھوں نے بے چین ہو کر پوچھا کہ "یا رسول اللہ! بھائی مظلوم ہو تو اس کی مدد کی جائے، ظالم ہو تو کیسے مدد کیجائے؟" آپ نے اس فقرے کی تشریح یوں فرمائی کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لیا جائے اور اس کو ظلم نہ کرنے دیا جائے۔ اگر اس اصول پر عمل کیا جائے تو کہیں فساد کی، ظلم کی، جنگ کی اور تباہی کی نوبت نہ آئے مگر آج ساری دنیا اس اصول کی خلاف ورزی کر رہی ہے کوئی نہیں پوچھتا کہ بات حق اور انصاف کی ہے یا ظلم و ناانصافی کی۔ ہر ایک یہ دیکھتا ہے کہ بلانے والا یا فساد کرنے والا کون ہے اگر اپنا ہم مذہب ہے، یا اپنی پارٹی کا آدمی ہے، یا اپنی قوم کا فرد ہے تو اس کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ یہی ساری دنیا میں ہو رہا ہے، یورپ کی دونوں جنگوں میں کسی ملک نے یہ نہیں پوچھا کہ کون انصاف پر ہے اور کون ناانصافی اور دھاندلی کر رہا ہے جرمن نے جرمنی کا ساتھ دیا ہے اور انگریز نے انگریز کا، حالانکہ غلطی غلطی ہی ہے اور ظلم ظلم ہے، اپنی قوم کا آدمی غلطی کرے، جب بھی غلطی اور مخالف قوم کا آدمی صحیح بات کہے جب بھی صحیح بات ہے، غلطی کا کوئی مذہب نہیں، وہ نہ ہندو ہوتی ہے اور نہ مسلمان۔ اسی طرح ظلم کا کوئی مذہب نہیں اور اس کی کوئی قومیت نہیں، وہ ہر حال میں ظلم ہے چاہے کوئی کرے اور کسی ملک میں ہو۔ مسلمانوں کا ابتدائی صدیوں میں اسی پر عمل تھا اور اسی کی وجہ سے انھیں خدا نے اتنا عروج دیا اور دنیا نے ان سے اتنی محبت کی۔ میں آپ کو تاریخ اسلام کے دو واقعے، سناتا ہوں، ایک یہ کہ مصر میں گھوڑدوڑ ہو رہی تھی مصر کے گورنر عمرو بن العاص کا بیٹا بھی گھوڑدوڑ میں شریک تھا، مصر کے ایک پرانے عیسائی باشندے (قبطی) کا گھوڑا پاس سے گزرا تو گورنر کے بیٹے نے کوڑا اس کے منہ پر مارا اور کہا "شریف زادے اس طرح آگے بڑھ جایا کرتے ہیں" یہ کہکر وہ آگے بڑھ گیا۔ قبطی سیدھے مدینے پہونچا اور خلیفہ حضرت عمر فاروق سے شکایت کی، وہاں سے فوراً باپ بیٹے دونوں کی طلبی کا حکم جاری ہوا۔ جب حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے قبطی کے ہاتھ میں کوڑا دیا اور کہا کہ اسی طرح سے ان کے سر پر مارو اور فرمایا کہ لوگو کب سے تم نے انسانوں کو اپنا غلام بنایا حالانکہ یہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے، حضرت عمر نے اس موقع پر یہ نہیں دیکھا کہ مدعا علیہ ان کا ہم قوم اور ہم مذہب ہے اور مدعی دوسری قوم اور دوسرے مذہب کا۔ انھوں نے صرف یہ دیکھا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون، انھوں نے ہر حال میں مظلوم کی مدد کرنا، فرض سمجھا۔ دوسرا واقعہ سمرقند کی فتح کا ہے — سمرقند جب فتح ہوا تو وہاں کے قدیم مذہب کا ایک باشندہ دمشق آیا، اور اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے شکایت کی کہ میں نے سنا تھا کہ جب کوئی اسلامی لشکر کسی شہر کی طرف جائے تو پہلے دعوت اسلام پیش کرے، پھر جزیہ کی پیشکش کرے، پھر اس کو چڑھائی کرنے کی اجازت ہے لیکن آپ کے لشکر نے کوئی مہلت نہیں دی اور چڑھائی کر دی اور ملک فتح کر لیا حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمان جاری کیا کہ قاضی لشکر اس معاملہ کی تصدیق کرے اگر یہ شکایت صحیح ہے تو لشکر شہر خالی کر دے اور باہر چلا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا لشکر شہر سے باہر جا کر کھڑا ہو گیا، اس نے پہلے دعوت اسلام پیش کی۔ اہل شہر نے خلیفہ کے اس انصاف اور مسلمانوں کی اس اخلاقی جرأت کو دیکھکر اسلام قبول کیا اور سارا شہر مسلمان ہو گیا۔ اگر ہر شخص مظلوم کی حمایت کرنے لگے اور ظالم کا ہاتھ پکڑ لے تو نہ پولیس کی ضرورت ہو، نہ فوج کی، خود بخود امن اور انتظام قائم ہو جائے۔

ان فسادات اور خرابیوں کی ایک اور بھی گہری جڑ ہے اور وہ نفس پرستی، غرور، اپنی اپنی پارٹی اور اپنی قوم کی سربلندی کا شوق، اس نفس پرستی، جھوٹ اور غرور میں سب پارٹیوں کے افراد اور سب مذہبوں کے پیرو شریک ہیں، نام قوم پرستی، فرقہ پرستی اور وطن پرستی کا ہے۔ دراصل سب میں غرور، تکبر اور یہ جذبہ کام کرتا ہے کہ میرا بول بالا ہو، ایک آدمی کا غرور ترقی کر کے جماعتی یا قومی فرقہ وارانہ تعصب کی شکل اختیار کر لیتا ہے، کسی کو کوئی پارٹی کیوں عزیز ہے، اس لئے کہ میری پارٹی اور میری قوم ہے اپنے کو بیچ میں سے نکال دیجئے۔ پھر نہ کوئی پارٹی عزیز ہے نہ وہ قوم عزیز ہے۔ اپنے اعمال و کردار سے مذہب کو مفت بدنام کیا جاتا ہے۔ مذہب کا کیا قصور؟ کیچڑ میں لت پت کتا جس کی گود میں بیٹھ جائے گا اس کو ناپاک کر دے گا۔ یہ جس کی گود میں بیٹھ جائے گا تو اس کو بھی ناپاک کر دے گا اور ان کو بھی اپنے کپڑے پاک کرنے پڑیں گے۔

دنیا میں جو بڑی بڑی اصلاحات ہوئیں اور جو اچھے انقلاب برپا ہوئے ان کے دو بڑے اسباب اور ان کی قوت کے دو بڑے سرچشمے ہیں، ایک انسان کی فطرت سے نیک گمان یہ یقین کہ انسان کی فطرت اچھی ہے اگر کسی وقت جنون کا یا ظلم کا دورہ پڑ سکتا ہے اور

(بقیہ صفحہ پر)

هندوستان پر

نادر شاہ کے حملہ کی دلچسپ داستان

(حافظ محمد حسان علوی بی اے آنرز ایم اے)

ایک زمانہ ایسا بھی تھا، جب اس ملک کی دولت پر دوسرے اقوام کی حسرت بھری نگاہیں پڑا کرتی تھیں، اور وہ رشک سے اس ہندوستان کی طرف دیکھا کرتے تھے، جہاں کے مغل بادشاہوں اور امیروں کو ذرا سا بھی اس کا احساس نہ تھا کہ وہ اس خداداد دولت کا ایک بڑا حصہ قومی کاموں میں صرف کرتے اور رعایا کی فلاح و بہبودی کے لئے تعلیم کا عام رواج کر دیتے۔ لیکن یہ لوگ عقلمندی سے کچھ بھی کام نہ لیتے ہوئے ساری دولت بیکار کاموں میں صرف کرتے رہتے تھے، اور پھر بعد میں یہی دولت ان کے لئے انتہا سے زیادہ مہلک ثابت ہوئی۔ انہی حرکتوں نے غیر ملکی حملہ آوروں کے دلوں میں ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال پیدا کیا، اس لئے کہ حملہ آوروں کو یقین تھا کہ "وہ خدا کی عطا کردہ بے شمار دولت کے مالک مغرور بن جائیں گے"!!

وہ حکومت جو اندرونی خلفشار کو ٹھیک طریقہ سے روک نہ سکے اور انتظامات بھی ٹھیک طریقہ سے برقرار نہ رکھ سکے، اس کی باہر کے ملکوں میں قدر و عزت ہو سکتی ہے، اور نہ ہی وہ ملک اس بات کا مستحق ہے، مرکزی حکومت کی کمزوریاں باقی حکومتوں میں بہت جلد محسوس کی جانے لگیں — افغانستان اور مالوہ تو پہلے ہی سے کوئی خاص محفوظ نہیں تھے۔ مرہٹوں کا قبضہ مالوہ و دہلی کو ان کے ہاتھوں کے بہت قریب لے آیا اور ۱۷۳۷ء میں باجی راؤ پہلے ہی ذلت آمیز حد تک دہلی والوں کو مزہ چکھا چکا تھا، اور قرب و جوار کے علاقوں کو تخت و تاراج کر کے اپنے مقبوضہ علاقہ کی طرف واپس جا چکا تھا، افغانستان کی بے کسی اور غیر محفوظ ذرائع نے نادر شاہ کو ہندوستان کی طرف اپنا رُخ موڑ دینے کے لئے مجبور کر دیا!

نادر شاہ کا ایران پر حملہ اور اپنی بادشاہت کا اعلان!

نادر قلی افشار قبیلہ کے ایک غریب ترکمان امام قلی کا لڑکا تھا جو عرصۂ دراز سے خراسان میں رہ پڑا تھا، امام قلی بکری یا بھیڑ کی کھالوں کی ٹوپیاں بنا کر فروخت کیا کرتا تھا، اور یہی اس کا ذریعہ آمدنی تھا، نادر ۱۶۸۸ء میں پیدا ہوا اور شروع کے سال اس نے بڑی تنگدستی میں گذارے، لیکن وہ ایک غیر معمولی ذہانت اور طاقت کا مالک تھا، ازبک حملہ آور اس کو تاتار لے گئے اور وہاں اسکو چار سال تک قید میں رکھا۔ اپنے گھر واپس آنے کے بعد وہ بڑے بڑے سرداروں کی جماعت میں رہا۔ اور آخر کار اپنے چند طاقتور ساتھیوں اور اپنی زبردست طاقت کے ذریعہ اس نے لوٹ مار کی زندگی اختیار کر لی۔ افغانوں کے حملوں کے دوران اور حکومت کے خاتمہ سے وہ اس زندگی کو کامیابی کے ساتھ آگے بڑھاتا رہا، اور خراسان کے سرحدی صوبوں کے کمزور انتظامات سے اس نے بہت فائدہ اٹھایا اور ہمیشہ محفوظ رہا، لوٹ مار کر کے اس نے خاصی دولت پیدا کر لی، اپنے چچا کو قتل کر کے اس نے قلات کے قلعہ پر قبضہ کر لیا، اس کا چچا وہاں کا گورنر تھا، اس طرح اس نے طاقت حاصل کر کے خراسان کے افغان حاکم کو شکست دی، اور نیشاپور اور اس کے ضلعوں پر قبضہ کر لیا، اس قومی کارنامہ کو بادشاہ تہماسپ نے خوش آمدید کہا اور بہت سراہا، اور پھر اس نے ۱۷۲۷ء میں اس بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی۔!!

نادر شاہ کی شہرت کی وجہ سے لوگ اس کی فوج میں خوب بھرتی ہوئے اور وہ اسطرح سے ایران کا ایک مرکزی کردار بن گیا۔ ایران والے پہلے ہی سے بیرونی طاقت کا جوا اپنی گردن سے اتارنے کی کوشش کر رہے تھے، اس کی جنگی ذہانت اور ڈپلومیسی اور تمام بڑے بڑے ذمہ دار لوگوں پر اس کی بہادری کی دھاک نے اس کے لئے مسلسل کامیابیوں کے راستے کھول دیئے، افغانوں سے ایرانیوں نے پیچھا چھڑا لیا، ان میں سے بہت ہی کم افغان اپنے ملک واپس جا سکے، زیادہ تر تو وہ میدان جنگ میں قتل کر دیئے گئے یا برافروختہ کسانوں نے گاجر مولی کی طرح ان کو کاٹ کر رکھ دیا تھا، ایران کے لوگ سات سال تک افغانوں کے ظلم و تشدد کا شکار رہ چکے تھے، ایرانیوں پر افغانوں کی ہیبت طاری رہتی تھی، ان سات سال کے عرصہ میں ایران کے تقریباً دس لاکھ باشندے مر چکے تھے، اس کے بہترین صوبے کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے تھے، اور ان کی وہ عمارتیں خاک میں مل کر رہ گئی تھیں، جن پر ان کو فخر حاصل تھا، یہ سب اس دشمن کی وجہ سے ہوا تھا، جو نہ ہی عقل رکھتا تھا اور نہ ہی اپنے فتح کئے ہوئے ملک کو برقرار رکھنے کے لئے ذرہ برابر لیاقت رکھتا تھا، ایران کو نادر ہی کے ذریعہ نجات ملی تھی اور قدرتی طور سے نادر کیلئے لوگوں کا جوش و خروش حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا، بادشاہ نے اس بات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اپنی آدھی مملکت اس کو دیدی اور ساتھ میں ہیرے جواہرات سے جڑا ہوا "تاج" بھی عطا کیا، اور اپنے نام کے سکے بھی جاری کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔!

نادر کی غیر موجودگی میں بادشاہ نے غیر مدبرانہ اور ناسمجھداری سے مشرقی صوبوں پر حملہ کر دیا جب کہ نادر مغربی صوبوں کی طرف اپنی ایک مہم کے سلسلہ میں گیا ہوا تھا، اس حملہ سے بادشاہ کو عام طور سے نقصانات اٹھانا پڑے، اور عام اقتدار کھو کر شرمناک طور پر امن قائم کرنے کے لئے اس نے صلح کر لی، اس بات سے قوم کے لوگ غم و غصہ میں بھر گئے، اور فوج کے افسران محسوس کرنے لگے کہ "اگر شاہ تہماسپ کو ان تمام معاملات کا مزید اختیار دے دیا گیا تو وہ نادر کے حالیہ کارناموں کو خاک میں ملا کر رکھ دے گا۔ اور ملک پھر سے بیرونی غلامی اور شرمناک اور ذلت آمیز تابعداری میں چلا جائے گا"۔ ان لوگوں نے یک زبان ہو کر نادر پر زور ڈالا کہ "وہ تاج پہن لے" لیکن بادشاہ کے جنرل تھے، تخت پر بیٹھنے کی جرأت نہ کی، شاہ تہماسپ کو ۲۶ اگست ۱۷۳۱ء کو جلا وطن کر دیا گیا اور شاہ تہماسپ کا آٹھ مہینہ کا لڑکا عباس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا اور نادر پورے اختیارات کے ساتھ اس کا وکیل مطلق بن گیا، چار سال کے بعد یہ بچہ مر گیا، اور ۲۶ فروری ۱۷۳۶ء میں شاہان شاہ نادر شاہ کے نام سے اس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا۔!!

اس نے روسیوں سے صلح کر لی، ترکوں سے جارجیہ اور آرمینیہ واپس لے لیا، اور عربوں سے اس نے جزیرہ بحرین حاصل کر لیا، اور پھر اس نے ۱۷۳۷ء میں اسّی ہزار فوج

کی مہم ابھی میں قندھار کی طرف پیش قدمی شروع کی، قندھار اب تک آزاد افغانوں کا مرکز بنا ہوا تھا اور اس کی طاقت ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی، وہ اب تک ایران کی سلامتی اور امن کے لئے ایک مستقل خطرہ بنا ہوا تھا اور خراسان کی خوشحالی اور امن و امان میں بھی یہ افغان دخل اندازی کیا کرتے تھے، قندھار کی فتح کے بغیر صفوی سلطنت کی میراث پوری طرح سے اس کی ملکیت میں نہیں آ سکتی تھی، قندھار کا قلعہ اس کے آگے کی مہم میں رکاوٹیں ڈال رہا تھا، اس کو فتح کر کے ہی وہ مغل سلطنت کی طرف قدم بڑھا سکتا تھا، وہ ان افغانوں کو بھی اپنے جھنڈے تلے لے جانا چاہتا تھا۔ جو اس کی اس مہم میں مدد کر سکیں، جیسا کہ غزنویوں نے سات صدی پہلے کیا تھا۔!

قندھار اب تک ایران کے غارت گر محمود کے چھوٹے بھائی حسین کے ہاتھ میں تھا، نادری فوج نے ۳۰ مارچ ۱۷۳۷ء کو اس قلعہ پر ایک کاری ضرب لگائی اور اپنے خیمے وہیں نصب کر دیئے۔ لیکن حصار ایک سال تک طول کھینچ گیا اور ۱۲ مارچ ۱۷۳۸ء کو قلعہ نادر کے قبضہ میں آگیا۔ اس فاتح نے شہر اور قلعہ کو تباہ و برباد کر ڈالا، اس کے بعد اس کے اردگرد نادرآباد کے نام سے ایک نیا شہر اپنے گورنر اور فوجیوں کے لئے اس نے آباد کیا، جو اب قندھار جدید کے نام سے مشہور ہے، اس نے افغانوں کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا اور تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ قبیلوں کے سرداروں کو پنشن دے دی گئی، اور طاقتور آدمیوں کو اس نے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا اور ابدالی سرداروں کو جنوبی افغانستان کا گورنر مقرر کر دیا اور غزالیوں کو نیشاپور اور خراسان کی دوسری جگہوں پر تعینات کر دیا، ابدالی اس کے بدترین دشمن تھے، لیکن ان سب کو اب اس نے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا تھا، اور اس طرح اس نے اپنی آزادانہ نرم پالیسی سے افغانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ راستے کے دوسرے قلعے بھی اس کے حوالے کر دیں، اور اس طرح وہ اپنی فوج میں اضافہ کرتا ہوا سنٹرل ایشیا اور ہندوستان کی طرف برابر بڑھتا رہا۔!!

قندھار کے بعد اب مغل سلطنت کی باری تھی اور یہاں نادر نے جنگ کا عام اعلان کر دیا، وہ ایسے انداز سے آگے بڑھتا رہا کہ غیر جانبدار ریاستیں اور بین الاقوامی امن کے خواہاں اس کے علاوہ ہندوستان کی مذمت نہ کر سکیں اور نہ ہی یہ سمجھ سکیں کہ وہ خوفناک حملہ آور کی حیثیت سے ملکوں کو برباد کرنے نکلا ہے، نادر نہ ہی کوئی خاص سپاہی تھا۔ اور نہ ہی ظالم قسم کا آدمی تھا لیکن سیاست اور ملکی کاموں میں بڑا ہی ماہر تھا، اس کی سیاسی چالیں اتنی زیادہ ٹھوس ہوتی تھیں کہ ان کی کاٹ کرنا کسی کے بس میں نہ تھا اور فوج کی رہنمائی کرنے میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں تھی، وہ اپنی پالیسی کو ایسی عقلمندی سے چلاتا تھا کہ مغلوب لوگ بھی اس فتح کو حق بجانب سمجھنے کیلئے مجبور ہو جاتے تھے!!

(باقی آئندہ)

بقیہ اسماعیلی فتنہ

ہیں لیکن جس دین واسلام کو آپ قائم کرنا چاہتے ہیں اس دین واسلام سے مس فاطمہ جناح کو کوئی تعلق نہیں ہے جس چیز کو وہ دین اور اسلام سمجھتی ہیں وہ آپ کے دین و اسلام سے بالکل جداگانہ چیز ہے۔ اب فرمایئے کہ ان کی صدارت کس دین واسلام کو قائم کرنے میں معاون ہوگی؟ اور وہ شدید ضرورت "جس نے آپ کو "استخارہ" پر مجبور کیا ہے۔ ان کی صدارت سے کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟

ہاں! ایک قوی امکان اور شدید اندیشہ ہے کہ شیعہ حضرات کا غلبہ ہو جائے اور ان کی دیرینہ تمنا پوری ہو جائے یعنی پاکستان ایک شیعہ سلطنت میں تبدیل ہو جائے۔

فوج، پولیس، سول وغیرہ محکموں میں شیعہ صاحبان کی تعداد وہاں آج بھی خاصی اور اپنے تناسب آبادی سے کہیں زائد ہے اور اہم عہدوں پر بھی وہ فائز ہیں۔ ان کی تعداد میں کچھ اضافہ اور کلیدی عہدوں کو ان سے پُر کر دینا آسانی کے ساتھ ان کے اقتدار کو بڑھا سکتا ہے یہ سب کچھ ہوتا رہے گا اور پارلیمنٹ کے ارکان طائر مقید کی طرح پھڑپھڑانے کے سوا کچھ نہیں کر سکیں گے۔ پارلیمنٹ کو اختلافات کی آماجگاہ بنا کر معطل کر دینے کا کھیل سکندر مرزا کھیل چکے ہیں، یہ کھیل دوبارہ بھی کھیلا جا سکتا ہے۔ میں مانے لیتا ہوں کہ مس فاطمہ جناح اس مزاج کی نہ ہوں گی لیکن کیا دوسرے انہیں ان کے اصل مزاج پر قائم رہنے دیں گے؟ یہ سارا تماشہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں اس کی حقیقت کی خبر تک نہ ہو، سیاسیات و انتظامیات کے بارے میں ناتجربہ کاری اور اس پر عالم پیری و ضعیفی ان لوگوں کے لئے راہ کو آسان بنا دیں گے اور قادیانی صاحبان اس موقع پر شیعہ صاحبان کے ساتھ متحد ہو جائیں گے۔

(بقیہ رمضان المبارک صفحہ ۷ کا)

جسے دنیا قرآن پاک کے مقدس نام سے یاد کرتی ہے پوری توجہ اور انہماک سے سنے اور اپنی مذہبی زندگی کی رگوں میں نیا خون دوڑانے کے لئے اپنے کو مستعد و تیار کرے اس لئے رمضان المبارک کے پہلے عشرے کو رحمت کہا گیا ہے کہ قدرت نے مسلمانوں کو عبادتوں کے ایک مخصوص مہینے کے پانے کی توفیق عطا فرمائی اگر اس نے اس رحمت کی قدر پہچانی اور پورا عشرہ خلوص اور صداقت عمل کے ساتھ اپنا فریضہ ادا کیا تو دوسرا عشرہ اسے مغفرت کی بشارت دینے کے لئے آیا۔ کوئی بھی انعام انعام پانے والے کے دل میں عمل کیلئے ایک نئی توانائی ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کرتا ہے اس لئے جب دوسرا عشرہ مغفرت کا انعام لے کر آیا تو ایک مسلمان کا فرض ہے کہ پہلے سے زیادہ بے تابی اور ذوق کے ساتھ اپنے پروگرام میں لگ جائے کیونکہ اگر اس نے اپنی عملی زندگی میں اس کا بھرپور مظاہرہ کیا تو تیسرا عشرہ عتق من النار کا اتنا عظیم صلہ لے کر آئے گا کہ اس سے بڑے انعام اور صلہ کی توقع بھی ممکن نہیں ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا آخری مقصد ہے اور اسکی ساری جد و جہد کا ثمرہ اور اس کی کامیابی اخروی فائز المرامی کی آخری منزل ابھی لئے تو کہا گیا ہے

الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ

متفق علیہ

اعلان

ہم اصغر علی محمود علی تاجر عطر لکھنؤ جنکا مخصوص ٹریڈ مارک "دو پنکھے" ہیں جنوبی ہند کے بیوپاریوں کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے عطریات زردہ۔ قوام کا آرڈر دینا ہو یا اس مال کے سلسلہ میں کوئی مراسلت کرنا ہو تو ہمارے حسب ذیل مندرجہ پتہ سے مال منگوائیں یا کوئی مراسلت فرمائیں

المشتہر

منیجر کنٹرول آفس لکھنؤ زردہ ورکس

بیرون علی آباد حیدرآباد A.P.

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

چو مرگ آید تبسم برلب اوست

(تسخیر الحسن ندوی)

(۱)

طبیعت میں سستی، اور اضطراب و بے چینی کی وجہ سے احمد بن عمرو بن سریج آج بمشکل عشاء کی نماز پڑھ سکے، تھکن اور ناسازگی طبع انھیں اس بات پر مجبور کر رہی تھی کہ وہ آج بستر پر دراز ہو جائیں لیکن ان کا ضمیر اس پر تیار نہیں تھا، اس لئے وہ حسب معمول اپنے دیگر معمولات پورے کرنے کے بعد ہی لیٹے، اور لیٹتے ہی نیند نے انھیں اپنی آغوش میں لے لیا اور وہ کسی دلچسپ منظر کے نظارہ میں محو ہو گئے۔ "تمہارا پروردگار تم سے مخاطب ہے" اچانک ایک آواز ان کے پردۂ گوش سے ٹکرائی، اور انہوں نے اس آواز کی طرف کان لگا دیا جو ان سے کہہ رہی تھی!

"ہمارا فرستادہ تمہارے پاس آیا، اس نے تم کو ہمارا پیغام پہونچایا تو تم نے اس پر لبیک کس طرح کہا؟" "ایمان و تصدیق کے ذریعہ" احمد بن عمرو بن سریج نے جواب دیا۔

"پیغمبر نے جو دعوت تم کو دی تم نے اس پر کس طرح عمل کیا؟" آواز پھر بلند ہوئی۔

احمد سمجھے شاید میرا جواب تشنہ رہ گیا، اس لئے انھوں نے یوں جواب دیا۔

"ہم نے آپ کے پیغمبر کی دعوت پر ایمان و تصدیق کے ذریعہ ہی عمل کیا: ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم سے کچھ کوتاہیاں ہوئیں، ہم گناہ کے بھی مرتکب ہوئے، ہم معافی کے طلبگار ہیں۔"

"جاؤ ہم نے تمہیں معاف کیا، جنت کی حوریں تمہارا انتظار کر رہی ہیں" وہی جانی پہچانی آواز پھر فضا میں گونجی، اور پھر مکمل سکوت طاری ہو گیا، اور احمد فرط مسرت سے بیدار ہو گئے۔ سامنے فرشتۂ اجل کھڑا مسکرا رہا تھا، ان کے لبوں پر بھی مسکراہٹ طاری ہوئی اور پھر اسے خوش آمدید کہتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۹۶)

(۲)

صلحاء و عابدین کا ایک بہت بڑا مجمع ایک قریب المرگ مریض کو گھیرے ہوئے ہے، ہر ایک دیدار کا شرف حاصل کرنے کے لئے بے چین ہے، اور آخری وصیت سننے کا مشتاق — اور گوش بر آواز ہے، مریض کے ہونٹ ہلے، اور فضاء میں یہ الفاظ گونجنے لگے،

"کاش میں دنیاوی بکھیڑوں میں نہ پڑا ہوتا، میرا دل ہر دنیاوی خواہش سے پاک ہوتا، میں حرص و طمع کا بندہ نہ ہوتا، لیکن ہائے افسوس ایسا نہیں ہوا اور میں آخر وقت تک دنیاوی خواہشات کا غلام بنا رہا، اس کے بعد فرمایا، مرنے کے بعد مجھے بہت ہی گہرائی میں دفن کرنا کیونکہ میں اپنے شیخ سے نیچے ہی رہنا چاہتا ہوں، اس کے بعد بہت دیر تک وہ اس قسم کی وصیتیں کرتے رہے اور بولتے بولتے، اچانک ان پر خاموشی طاری ہو گئی، لوگوں نے بڑھکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابدی نیند سو چکے ہیں۔

خدام نے حسب وصیت ان کو دفن کیا، اور اشکبار آنکھوں اور غمگین دل کے ساتھ واپس لوٹے، تدفین سے شام کے وقت فراغت ہوئی تھی، اس لئے سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے، اور جب رات کی تاریکی اور بڑھی تو لوگ بستر استراحت پر دراز ہو گئے،

ابھی بہتوں کو نیند بھی نہ آئی ہوگی کہ ہوا کے تیز جھونکے چلنا شروع ہو گئے، اور تھوڑی ہی دیر کے بعد بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کے ساتھ زوروں کی بارش ہونے لگی، جس کا سلسلہ صبح تک جاری رہا۔

دوسرے دن کی صبح بہت ہی خوشگوار تھی، اس لئے بستی کا ہر فرد اپنے پیر و مرشد کی قبر کی زیارت کے لئے چل پڑا۔ ارے یہ کیا؟ ایک شخص نے چلتے ہوئے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا، اور چلتے ہوئے قدم رک گئے، سب کے سب اسی کی طرف متوجہ ہو گئے، "یہ تو شیر کے پنجہ کے نشانات نظر آتے ہیں۔" ایک دوسرا آدمی بولا، اور سب نے اس کی تائید کی، اس کے بعد تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر انہیں شیر کے پنجہ کے نشانات نظر آتے رہے اور لوگ بڑھتے رہے ایک جگہ پہونچکر وہ نشانات ختم ہو گئے، اور جھکی ہوئی نگاہیں اٹھ گئیں، لیکن دوسرے ہی لمحہ تمام نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور پھر ملی جلی آوازوں کے ساتھ یہ فقرہ سنائی پڑا، "یہ کیا؟ یہاں اتنا بڑا پتھر کیسے آیا ابھی کل تو ہم لوگ اپنے مرشد کی قبر پر سے گئے ہیں" اور اس وقت وہاں کچھ بھی نہ تھا ہر ایک حیران تھا، لیکن سمجھ سے قاصر، اس لئے خاموش تھا، لیکن پھر بھی مختلف قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں اور لوگ خراماں خراماں اپنے گھروں کی طرف واپس لوٹ رہے تھے۔

اسی شب، کسی نے شیخ بایزید بسطامی رح کو خواب میں دیکھا، جو کہہ رہے تھے "کیا تم لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ ابو الحسن خرقانی رح مجھے کس قدر عزیز تھے، جب تم لوگوں نے ان کی کوئی فکر نہیں کی، تو میں نے ہی ایسا کر دیا۔ جس سے ان کی قبر پر کوئی علامت رہے۔"

(تذکرۃ الاولیاء، ص ۴۳۵)

(۳)

جس شخص نے حصول سلطنت و حکومت، تخت و تاج، عزت و جاہ، زر و مال کے لئے تن من دھن سب کی بازی لگا دی تھی، جس نے اپنے اوپر رات کی نیند، دن کا چین حرام کر لیا تھا جو گویا راحت سے کوسوں دور بھاگتا تھا، جس نے بہتوں کو شکست دی لیکن خود کبھی شکست نہ کھا سکا، کامیابی و کامرانی ہی کے نام سے واقف عبدالملک بن مروان آج دنیا کے مکر و فریب پر متنبہ ہو گیا ہے، اور اب جبکہ اسے اپنی موت کا وقت موعود کے قرب کا بالکل یقین ہو چلا ہے، اس کی زبان سے یہ کلمات نکل رہے ہیں۔

"کاش میں قلی ہوتا، لوگوں کا سامان اٹھاتا، اور اپنے معبود کی پرستش کرتا تاکہ آج مجھ پر یہ بار عظیم نہ ہوتا، اور مجھے کل کا خوف نہ ہوتا،" اتنا کہنے کے بعد اچانک اس کی توجہ ولید کی طرف ہوئی جو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، اور اس کو ان الفاظ کے ساتھ نصیحت شروع کی۔

"بیٹے تقویٰ اختیار کرو، اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہا کرو، اس کے اوامر کی پابندی کرو، نواہی سے بچو اور آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرو، فرقہ پرستی سے دور رہو نہ کہ اس کو ہوا دینے کی کوشش کرو، اور ہاں دیکھو اس کا خیال رکھنا کہ ہمیشہ اس طرح رہنے کی کوشش کرو جس طرح،

(بقیہ صفحہ پر)

محمد سعید رمضان البوطی پروفیسر دمشق یونیورسٹی

میخانۂ یورپ کے نرالے انداز

(۳)

ترجمہ نور عظیم ندوی

یہی وجہ ہے کہ مسیحی مبلغین، مستشرقین اور استعمار پسند حکومتوں کے مشیر سب ہی مدارس اور دورانِ تعلیم کی طرف ہمیشہ غیر معمولی توجہ دیتے ہیں خاص طور سے لڑکیوں کے تعلیمی و تربیتی اداروں کی طرف۔ انگریز مستشرق گب (Gibb) کہتا ہے:

"لڑکیوں کے مدارس ہی اصل مرکز ہیں میرا ہمیشہ سے یہی خیال رہا ہے کہ شام کا مستقبل وہاں کی لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم ہی سے متعلق ہے۔ بیروت میں لڑکیوں کے لئے ہمارا ایک مدرسہ قائم ہو چکا ہے لیکن ابھی اس کی کوئی خاص عمارت نہیں اور اس نے مسیحی مشنریوں میں خاص نشاط اور اہتمام پیدا کر دیا ہے۔"[1]

حکومت فرانس نے اپنی اسلامی نوآبادیات میں کسی چیز پر اتنی توجہ نہیں دی ہے جتنی تعلیم اور ذرائع تعلیم پر، اس کی غرض یہ رہی ہے کہ دینی زندگی کا گلا گھونٹ دے اور کسی مدرسہ میں دین کا رمق بھی نہ رہنے پائے۔ اس سلسلے میں حکومت فرانس مسیحی مبلغین کے مشوروں پر اعتماد کرتی رہی اور انہی کے مشوروں پر عمل پیرا رہی ہے۔

چنانچہ اے، ایل شاتیہ، پروٹسٹنٹ مسیحی مبلغین سے متعلق ایک مقالہ میں لکھتا ہے: "حکومت فرانس کو چاہیئے کہ مشرقی ممالک کے مدارس میں ذہنی اور عقلی تربیت کے قواعد اور اصولوں کو اپنی سرگرمیوں کی بنیاد بنائے، میں سمجھتا ہوں کہ اسی طرح عملی طور پر یہ ممکن ہو سکے گا کہ فرانس یونیورسٹی کی تعلیمات اور نظریات کو دین اسلام میں شامل کیا جائے۔"

(الغارۃ علی العالم الاسلامی)

پادری صموئیل (SAMUEL ZWEIMER) بہت ہی فخر و مسرت کے ساتھ اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے:

"مدارس کی تعلیم اور مغربی طرز کی اخلاقی تربیت نے بچوں اور نوجوانوں میں خاطر خواہ اثر کیا ہے اور اس کے مفید ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اب میں بہت آسانی کے ساتھ یہ کر سکتا ہوں کہ مسلم طلبہ کو جمع کروں، ان کے سامنے زمین کا گلوب رکھوں اور اس پر تیز روشنی ڈال کر ان کے دل نشین کرا دوں کہ رمضان میں روزہ کا حکم من جانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زمین کے بعض حصوں میں اس کی ادائیگی غیر ممکن ہے" (الغارۃ علی العالم الاسلامی)

اسلامی نوآبادیات میں یہ تنہا فرانس ہی کی پالیسی نہیں بلکہ یہ عام اصول ہے جس پر تمام استعمار پسند حکومتیں متفق ہیں اور اس کو تحقیقات، باہمی ہدایات اور کانفرنسوں کے بعد طے کیا ہے اور اس شرمناک اصول کو عملی جامہ پہنانے میں برطانیہ سب سے آگے ہے۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت نے اسلامی مدارس اور اسلامی طرز کی تعلیم و تربیت کا علی الاعلان بھرپور مقابلہ کیا اور اس کے لئے سخت پالیسی بنائی۔ یہاں تک کہ بعض انگریز مفکرین کو بھی اس سخت پالیسی پر تنقید کرنی پڑی اور ان کے خیال میں حکومت برطانیہ کے خلاف مسلمانوں کے شدید ردعمل کی اہم وجہ حکومت کی تعلیمی پالیسی تھی۔

چنانچہ جی۔ ڈبلیو۔ لیٹنر نے ڈیلی ٹیلیگراف ۷ فروری [illegible] میں "اسلام اور مسلم مدارس" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا اور اس نے حکومت برطانیہ کے اس طریق کار کی پرزور مذمت کی جو اس نے ہندوستانی مدارس اور اسلامی تعلیم و تربیت کے مقابلہ کے لئے اختیار کیا تھا۔

اسی طرح مصر میں برطانیہ کے اثر و رسوخ ہوتے ہی سب سے پہلے جس چیز کی طرف توجہ ہوئی ہے وہ یہ کہ تعلیم کی قیادت جامع ازہر سے چھین لی جائے اور اس کی طرف برطانوی حکومت نے ہندوستانی مدرسوں سے کم توجہ نہیں دی۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حکومت برطانیہ نے دیکھا کہ ازہر ہی وہ واحد آتش فشاں ہے جس کے تباہ کن شعلے اس کی ساری تدبیروں اور کوششوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں، اور ازہر اپنی دینی سیادت و قیادت کی وجہ سے مختلف جماعتوں اور طبقوں کو برطانوی استعمار کے خلاف ابھارتا رہتا ہے۔

مصر میں برطانیہ کا ہائی کمشنر لارڈ لوائڈ اپنی کتاب (EGYPT SINCE CROMER) میں لکھتا ہے:

"جس وقت انگریز مصر میں داخل ہوئے مقامی تعلیم جامع ازہر کے قبضہ میں تھی جو دین کے معاملہ میں بہت متشدد ہے اور اس کے بے ڈھب تعلیمی اصول کسی بھی تعلیمی اصلاح کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور یہاں سے جو طلبہ نکلتے ہیں وہ مذہبی جمود اور تعصب کی بہت بڑی مقدار لے کر نکلتے ہیں۔ اگر ازہر کی تبدیلی ممکن ہو سکے تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ جب تک ازہر اپنے اصولوں پر قائم ہے ہماری ترقی کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن یہ کام بہت مشکل ہے اس کے علاوہ ہماری ترقی کی امید صرف اس صورت میں ہے کہ ازہر کے مقابلہ میں لادینی تعلیم رائج کی جائے پھر اس کو ترقی ہو اور اسے کامیابی حاصل ہو۔"

لارڈ کرومر نے علی الاعلان اور پوری سرگرمی کے ساتھ اسلام کا مقابلہ شروع کر دیا تھا تاکہ ازہر کے غلبہ و استیلا کو محدود اور اس کی روح کو مقید کر دے لیکن ہر چہار جانب سے اٹھنے والے اعتراضات اور مخالفتوں کا سامنا نہ کر سکا، تو حصول مقصود تک پہنچنے کا آسان راستہ یہ نظر آیا کہ پوشیدہ اور غیر محسوس طریقہ سے عام تعلیمی میدان میں اثر انداز ہو اور عمومی تعلیم کا تعلق ازہر سے کاٹ دے، پھر اس میں ہونے والی اسلامی تربیت کا گلا گھونٹ کر خاص تعلیمی ادارہ بنا دے۔ جب یہ پروگرام کامیاب ہو جائے گا تو ایک ایسا طبقہ مل جائے گا جس کی ذہنی و فکری تربیت ازہر کی چہار دیواری سے باہر اور اس کے دینی پیغام سے بہت دور ہوئی ہوگی اور مصر ہی میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو تعلیم، تربیت، خیالات، نظریات، غرض ہر چیز میں ازہر کی مخالفت کریں گے اور یہ عظیم ادارہ عملی طور پر مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔

اس خطرناک پروگرام پر عمل کرنے کے لئے کرومر نے پادری ڈنلپ کو گرجا کے حدود سے نکال کر مصر کی وزارت تعلیم کا مشیر مقرر کیا اور اپنے مرتب کئے ہوئے پروگرام پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔ ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس پادری نے کتنی محنت، جانفشانی اور اخلاص کے ساتھ یہ اہم فریضہ انجام دیا ہوگا۔ چنانچہ اس نے نظام تعلیم سے آہستہ آہستہ وہ تمام چیزیں نکال کر خارج کر دیں جن سے اسلامی تربیت میں مدد ملتی تھی اور ان کی جگہ بے شمار ایسی چیزیں چھوڑ دیں جن سے اسلام کی حقیقت اور اس کے عقائد میں شکوک پیدا ہوں۔۔[2]

مصر کی بدقسمتی کہ مسیحی مبلغ برطانوی استعمار کے مرتب کئے ہوئے اس پروگرام کو بروئے کار لانے میں بہت حد تک کامیاب رہا اور نئی نسل سے وہ تمام ذرائع منقطع ہو گئے جن سے وہ اپنے دین کو سمجھ سکتے تھے اور عالم اسلام کے قلب میں ایسے نوجوان پیدا

(بقیہ ص [illegible] پر)

[1] التبشیر والاستعمار فی البلاد العربیۃ۔ ڈاکٹر مصطفیٰ خالدی

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاتجاہات الوطنیۃ فی الادب المعاصر (از ڈاکٹر محمد حسین)

اہل خیر حضرات کی توجہ کے لئے

مولانا محمد عبدالسمیع ندوی شعبۂ تعمیر و ترقی

سابقہ اشاعت میں عرض کیا تھا کہ سال رواں کارکنان دار العلوم کے لئے بہت ہمت شکن رہا، ملک میں مختلف فسادات نیز شدید گرانی نے دار العلوم کے بیرائیہ کو خاصہ متاثر کیا ایسے حالات میں دار العلوم کے اساتذہ کرام اپنا اپنا قیمتی وقت صرف کر کے نیز سفراء دار العلوم کے لئے مالی اعانت کے حصول کے سلسلہ میں مختلف حلقوں پر تشریف لے گئے ہیں، احباب اور ہمدردوں سے گذارش ہے کہ اپنے ان معزز مہمانوں کے ساتھ دامے، درمے، سخنے قدمے تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندوی، استاذ فقہ دار العلوم کلکتہ اور مضافات کے دورہ کے لئے پہونچ گئے ہیں۔

مولانا عبد الماجد صاحب ندوی استاذ ادبیات دار العلوم، مدراس و بنگلور کے سفر کیلئے تشریف لے گئے

مولانا نور الحسن صاحب حیدر آباد اور مضافات کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

ماسٹر محمد منظور صاحب، اجین واندور وغیرہ

مولانا محمد ہاشم صاحب مظاہری، سورت و گجرات

منشی اظہر علی صاحب، ناگ پور، علی گڑھ وغیرہ کا کام ختم کر کے راجستھان کے علاقہ میں کام کریں گے۔

مولوی عبد الرشید صاحب، اپنی سابقہ روایات کے مطابق کانپور جلد ہی پہونچنے والے ہیں احباب مطلع رہیں

مولوی حکیم فقیر الدین صاحب، شہر لکھنؤ میں کام کریں گے۔

۵ دسمبر کے "تعمیر حیات" میں دھنباد کے احباب کو اطلاع دی گئی تھی کہ مولوی محمد عباس صاحب ندوی مدرس مدرسہ محمدیہ جھریا اس علاقہ میں کام کریں گے بعض اہم اسباب کی بنا پر مولوی صاحب نے معذرت کردی ہے، اس لئے دھنباد، جھریا، آسنسول کے احباب ورفقاء کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب کے بجائے مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندوی آپ کے علاقہ میں تشریف لائیں گے۔

راجستھان کے احباب ومخلصین سے گذارش ہے کہ امسال مولانا محمد ہاشم صاحب راجستھان تشریف نہ لا سکیں گے۔ ان کے بجائے منشی اظہر علی صاحب (سابق منیجر تعمیر حیات) آپ کے حلقہ میں پہونچیں گے۔

مولانا تقی الدین صاحب ندوی (استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء) بمبئی میں زیر علاج ہیں اور پہلے سے رو بصحت ہیں۔ مالیگاؤں و بمبئی کے احباب سے گذارش ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

ایک ضروری گذارش

اس سلسلہ میں ایک اہم اور ضروری بات یہ عرض کرنا تھی کہ بعض علاقے ایسے بھی ہیں کہ جہاں امسال دار العلوم اپنا کوئی نمائندہ نہیں بھیج سکا ہے۔ ایسے علاقوں کے احباب سے گذارش ہے کہ وہ اپنے عطیات ذریعہ منی آرڈر یا بیمہ روانہ کردیں۔ دفتر سے انفرادی طور سے ان علاقوں کے حضرات کو مطلع کرنے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن اگر کوئی اطلاع نہ پہونچے تو اس اخباری اطلاع کو ہی کافی سمجھا جائے۔

بقیہ میخانۂ یورپ.....!

ہوگئے جن کی آنکھوں پر جہالت کی پٹی بندھی ہوئی تھی

استعمار پسندوں کی اس کامیابی کا تذکرہ گب (GIBB) نے بہت فخر و مسرت کے ساتھ اپنی کتاب (WHITHER ISLAM) کے مقدمہ میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"نئے مدارس اور صحافت کے ذریعے کی جانیوالی تعلیمی اور ثقافتی کوششیں بہت کامیاب ہوئیں، اور مسلمانوں کو اس حد تک متاثر کیا (خواہ یہ اثر غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو) کہ وہ عام مظاہر میں بے دین معلوم ہونے لگے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم اسلام میں مغربی تہذیب کو رائج کرنے کی جتنی کوششیں کی گئی ہیں ان سب کا اہم ترین اور قابل قدر نتیجہ یہی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام ایک عقیدہ کی حیثیت سے اب بھی باقی ہے اس کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ لیکن اجتماعی زندگی اور معاشرہ پر غالب اور مسلط قوت کی حیثیت سے وہ اپنا مقام کھو چکا ہے۔

(باقی آئندہ)

"تعمیر حیات" میں اشتہارات دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیجئے۔

بقیہ چو مرگ آید......!

سرنام کے نیچے رہتے ہیں، جنگ میں ہمیشہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا اس سے کبھی دور نہ بھاگنا، نیکی واچھائی کر لینے کی کوشش کرنا چاہے وہ جہاں سے بھی ملے، ہمیشہ خیر و معروف کی حمایت کرنا، کیونکہ اس کا اجر ہمیشہ باقی رہتا ہے، عوام کے ساتھ نرمی و ہمدردی کا معاملہ کرو، اپنی پوری زندگی میں اس شعر کا مصداق بننے کی جد و جہد جاری رکھنا۔

ان القداح اذا اجتمعن فرامها
بالکسر ذو حنق وبطش بالید
عزت فلم تکسر وان ھی بددت
فالکسر والتوھین للمتبدد

اس کے بعد حکومت کے بارے میں یہ مشورہ دیا۔

حجاج کا بہت زیادہ خیال رکھنا اس کے ساتھ ہمیشہ عزت واحترام کا معاملہ کرنا لیکن کیونکہ اس کے ہم پر بہت سے احسانات ہیں، حجاج ہمارا دست راست ہے اور تمہارے لئے وہ تلوار کا کام دے گا، اس کے بارے میں کسی قسم کی شکایت کو سننا گوارہ نہ کرو، میرے انتقال کے بعد اپنے لئے بیعت لو اور جو اس سے انکار کرے اس کی گردن اڑا دو،

اس کے بعد عبد الملک بن مروان نے یہ شعر پڑھا۔

کم عائد رجلا ولیس یعودہ
الا لیعلم ھل یراہ یموت

عیادت کے لئے تو بہت سے لوگ آتے ہیں لیکن وہ صرف اسلئے آتے ہیں تاکہ یہ دیکھیں کہ مریض مرگیا یا زندہ ہے۔

اس شعر کو سنتے ہی ولید کی آنکھوں سے اشک کا سیلاب امڈ آیا، اور چند لمحہ کے بعد جب اس نے اشک بھری آنکھوں سے اپنے والد کی طرف دیکھا تو اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی،

(تاریخ الخلفاء، صـ ۲۲۰)

عمر بن عبدالعزیز بھی اس دنیا کو الوداع کہنے والے ہیں، عقیدت مندوں کا ایک ہجوم انہیں رخصت کرنے آیا ہے، لیکن شاید انہیں یہ پسند نہیں ہے۔ اسی لئے تو تمام لوگ ان کے کمرہ سے باہر نکل رہے ہیں، لیکن شوق و اشتیاق نے ان کے قدم روک لئے اور وہ سب کے سب دروازہ سے کان لگا کر بیٹھ گئے۔

ابھی انھیں بیٹھے ہوئے چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ کمرہ میں کسی کے بولنے کی آواز سنائی پڑی۔ توجہ کرنے سے پتہ چلا

(بقیہ ص ۱۲ پر)

نتائج امتحانات سالانہ سنہ ۱۳۸۴ھ

"مدرسۂ ثانویہ"

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

رول نمبر	نام طالب علم	نتیجہ	پوزیشن
	درجۂ ہشتم (عربی دوم)		
۵۶۷	رزین احمد	(ضمنی فارسی)	
۵۶۸	محمد اسلام	کامیاب	چہارم
۵۶۹	ابو الکلام	کامیاب	دوم
۵۷۰	احمد الرحمٰن	کامیاب	سوم
۵۷۱	عبد الوہاب	کامیاب	پنجم
۵۷۲	منصور احمد	کامیاب	اوّل
۵۷۳	ظہیر احمد	کامیاب	ششم
	درجۂ ہفتم (عربی اول)		
۵۴۶	ابو مظفر عالم	کامیاب	ہشتم
۵۴۷	مخدوم احمد	کامیاب	چہارم
۵۴۸	عبد اللہ	کامیاب	ہفتم
۵۴۹	محمد نفیس	(ضمنی ریاضی)	
۵۵۰	محمد شفیع	کامیاب	اوّل
۵۵۱	عبد الحئی	کامیاب	دوم
۵۵۲	آفتاب احمد	کامیاب	یازدہم
۵۵۳	خالد بیگ	کامیاب	سوم
۵۵۴	نسیم احمد	کامیاب	دہم
۵۵۵	عبد الحمید	(ضمنی عربی)	
۵۵۶	محمد اسامہ	کامیاب	دوازدہم
۵۵۷	حسین احمد	(ضمنی عربی)	
۵۵۹	مبین اشرف	کامیاب	پنجم
۵۶۰	ضیاء الرحمٰن	(مترقی)	
۵۶۱	اسمٰعیل محمد	کامیاب	نہم
۵۶۲	عبد القدوس	کامیاب	ششم
۵۶۳	عبید الرحمٰن	کامیاب	سیزدہم
۵۶۴	خلیل الرحمٰن	کامیاب	چہاردہم
	درجۂ ششم (اعدادیہ)		
۵۱۴	نیاز الدین	کامیاب	دہم
۵۱۵	محمد عثمان	کامیاب	نوازدہم

رول نمبر	نام طالب علم	نتیجہ	پوزیشن
۵۱۷	محمد الطاف	(مترقی)	
۵۱۸	مبارک کریم	(ضمنی ریاضی)	
۵۱۹	سعید احمد	کامیاب	پانزدہم
۵۲۰	ابو سلمان	کامیاب	نہم
۵۲۱	محمد عمیر	کامیاب	اوّل
۵۲۲	عبد العلیم	کامیاب	چہارم
۵۲۴	محمد صدیق	کامیاب	سیزدہم
۵۲۵	ابوذر	کامیاب	سیزدہم
۵۲۶	شہاب الدین	کامیاب	یازدہم
۵۲۸	جمیل بیگ	کامیاب	ہفتم
۵۲۹	داؤد بیگ	کامیاب	پنجم
۵۳۱	نفیس احمد	کامیاب	پنجم
۵۳۲	منور علی	کامیاب	ششم
۵۳۳	اظہار الحق	کامیاب	سوم
۵۳۴	محمد اسحاق	کامیاب	دوم
۵۳۵	محمد یونس	کامیاب	ہشتم
۵۳۶	نسیم احمد	کامیاب	دوازدہم
۵۳۷	محمد منیر	کامیاب	ششم
۵۳۸	محمد خالد	(ضمنی ریاضی)	
۵۳۹	محمد طارق	(مترقی)	
۵۴۱	محمد یحییٰ	کامیاب	ہیزدہم
۵۴۲	رقیب الدین	کامیاب	شانزدہم
۵۴۳	ضیا عبد اللہ	کامیاب	چہاردہم
۵۴۵	امام الہدیٰ		شانزدہم
	درجۂ پنجم		
۵۰۳	محمد عارف	کامیاب	پنجم
۵۰۴	عبد العلیم	کامیاب	ہشتم
۵۰۵	محمد عثمان خرد	کامیاب	ششم
۵۰۷	حبیب الرحمٰن	کامیاب	سوم
۵۰۹	توقیر احمد	کامیاب	دوم

نمبر	نام طالب علم	نتیجہ	معہ پوزیشن
۵۱۰	معین اختر	کامیاب	چہارم
۵۱۱	عبدالمغنی	کامیاب	اول
۵۱۲	ضیاء الحق	کامیاب	ہفتم
	درجۂ چہارم		
۴۹۸	مہتاب الدین	کامیاب	اول
۴۹۹	منیر اشرف	کامیاب	سوم
۵۰۰	احمد مجتبیٰ	کامیاب	دوم
۵۰۲	محمد موسیٰ کشمیری	کامیاب	چہارم
	درجۂ سوم		
۴۸۷	محمد نیفان	کامیاب	نہم
۴۸۸	غوث محمد	کامیاب	چہارم
۴۸۹	اوصاف عظیم	کامیاب	دوم
۴۹۰	محمد خلیق	کامیاب	اول
۴۹۱	حامد اطہر	کامیاب	پنجم
۴۹۲	نسیم الدین نیپالی	کامیاب	سوم
۴۹۳	محمد یامین	کامیاب	ہشتم
۴۹۴	معراج الحق	کامیاب	ششم
۴۹۶	عبدالحسیب	کامیاب	ہفتم
	درجۂ دوم		
۴۷۷	محمد سہیل	کامیاب	ہفتم
۴۰۵	کلیم اللہ	کامیاب	سوم
۴۰۹	ظہیر علی	کامیاب	ششم
۴۸۰	محمد رقیب	کامیاب	دوم
۴۸۴	محمد حبیب	کامیاب	اول
۴۸۱	معراج الدین	کامیاب	پنجم
۴۸۲	عرفان احمد	کامیاب	چہارم
۴۸۶	شفاعت اللہ	کامیاب	ہشتم
۴۹۵	ظہیر الدین جے پوری	کامیاب	نہم
	درجۂ اول (سکشن الف)		
۴۶۰	محمد انس	کامیاب	سوم
۴۶۲	سید مسعود الحسن	کامیاب	اول
۴۷۳	محمد ظفر عالم	کامیاب	پنجم
۴۶۹	محمد عمران	کامیاب	دوم
۴۶۸	اصغر علی	کامیاب	ششم
۴۷۷	امانت اللہ	کامیاب	چہارم
۴۶۵	محمد الیاس	کامیاب	ہفتم

نوٹ: اس درجہ کے سکشن (ب) کے طلبہ آئندہ سال سکشن الف اول میں تعلیم پائیں گے۔

"ضروری اعلان"

مدرسہ ثانویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ تعطیل کے بعد ۱۰ شوال ۱۳۸۴ھ کو کھلے گا۔ جملہ طلباء کو تاریخ مقررہ پر مدرسہ میں حاضر ہوجانا چاہیئے۔ مدرسہ ثانویہ کی کتب درسیہ میں کسی قدر تبدیلی کا امکان ہے اس لئے طلبہ کو تعطیل میں کتابوں کی خریداری نہ کرنا چاہیئے۔

محمد حسن عرشی ہیڈ ماسٹر

مدرسہ ثانویہ۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳۰/۱۲/۶۴

مولانا محمد شفیع صاحب کا ایک اہم مکتوب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ موصول ہوا جس میں بعض اخبارات میں میرے نام سے شائع ہونے والے فتویٰ کے متعلق استفسار کیا گیا ہے۔

ملتان شہر کے ایک خط میں مجھ سے سوال کیا گیا تھا کہ۔

"کیا وزارتوں، سفارتوں، عدالتوں میں عورتوں کی تقرری اسلامی نقطۂ نگاہ سے غیر اسلامی ہے۔ کیا اسلامی حکومت کا قاضی القضاۃ غیر مسلم ہوسکتا ہے؟ اگر ان باتوں کا جواب نفی میں ہے تو حقیقت پسندی اور دور اندیشی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے محترمہ فاطمہ جناح کی نامزدگی کو غیر اسلامی کیوں قرار دیا جاتا ہے؟"

اس کے جواب میں میرے الفاظ یہ تھے۔

"بحالات مندرجۂ سوالات امیدوار صدارت عورت کی حمایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

جس کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ دو امیدواروں میں سے جب کوئی بھی شرعی شرائط پر پورا نہیں اُترتا تو ایسے مواقع میں فقہاء کے مسلمہ ضابطہ "اذا ابتلی المرء ببلیتین، فلیختر اھونھما" پر عمل ہونا چاہیئے۔ یعنی جب آدمی دو بلاؤں میں مبتلا ہوجائے تو اس کو وہ پہلو اختیار کرلینا چاہیے جس کو ہلکا سمجھے۔

(بقیہ کالم ۳ پر)

بقیہ چو مرگ آید......!

کہ یہ عمر بن عبدالعزیز ہی کی آواز ہے، اور انہیں کے منہ سے اس قسم کے الفاظ نکل رہے تھے،

"خوش آمدید! اے آنیوالو تمہارا آنا مبارک ہو، میں تم کو دیکھنے کا بہت دنوں سے مشتاق تھا، لیکن تم جن اور انسان کسی سے بھی مشابہ نہیں ہو، بہرحال کچھ بھی ہو آؤ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، اور تمہارا منتظر ہوں، اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی :"

تلک الدار الاخرۃ الخ اور خاموش ہوگئے۔

دروازہ کے باہر گوشہ ان ہوش، اور لوگ کمرہ کیطرف دوڑ پڑے اندر جاتے ہی صاحب پر ایک سکتہ طاری ہوگیا (تاریخ الخلفاء ص۲۳۵)

بقیہ، ہمارا معاشرہ

اور بہت سے اجتماعی اہم معاملات کو نظر انداز کر کے زندگی بسر کرنے کے عادی ہوگئے ہیں، وہیں غیبت سے بھی ہم نے آنکھیں بند کرلی ہیں، اور اس کے انجام وعواقب سے بے خبر ہوکر ہم نے اس کو اپنی زندگی اور معاشرہ کا ایک جزء لاینفک بنا لیا ہے،

اسلامی معاشرہ میں غیبت کرنا اور اس کا سُننا دونوں حرام ہے، اگر کوئی شخص اس کا ارتکاب کرے تو دوسرے کو چاہیئے کہ وہ اس کو متنبہ کردے اور اس کی تردید کرے، اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرے، اور وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے تو احتجاجاً مجلس سے اٹھ جانا زیادہ بہتر اور مناسب ہے،

علماء اسلام نے خالص شرعی اور دینی مصالح میں جو بغیر غیبت کے ممکن نہ ہوں اس کی اجازت دی ہے، جس کی تفصیل فقہ وحدیث کی کتابوں سے معلوم ہوسکتی ہے۔

اب رہا یہ معاملہ کہ ان میں ہلکا کس کو سمجھا جائے یہ معاملہ فتویٰ کا نہیں، بصیرت وتجربہ کا ہے جس کو کوئی شخص اپنی بصیرت وتجربہ سے نیک نیتی کیساتھ ملک وملت کے لئے دوسرے کی نسبت سے غنیمت سمجھے اس کو ووٹ دے سکتا ہے۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۸ رجب ۱۳۸۴ھ

(ایڈیٹر پرنٹر وپبلشر محمد الحسنی نے شاہی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔)